انبیاء اولیاء
سے
مدد مانگنا

Website:
DifaAhleSunnat.com

فہرست

نمبر شمار **صفحہ**

1: تمہید--6
2:اس موضوع پر لکھنے کی ضرورت------------------------------7
3 مفتی احمد یار کے بتائے اصول------------------------------9
4: تاویل قطعی نہیں ہے--------------------------------------10
5: یدعوا تدعوا کا معنی پکارنا نہیں پوجنا کیا ہے----------------------11
6: دعا یدعوا باب کا معنی پوجنا ہے اس کا جواب--------------------11
7: دعا یدعوا کا لغوی اور اصطلاحی معنی--------------------------11
8: عبادت کا مفہوم--11
9: پکارنے کا ایک قسم عبادت ہے---------------------------------12
10: دعا عبادت کا مغز ہے--------------------------------------12
11: ہر چھوٹی بڑی چیز رب سے مانگنا عبادت ہے----------------------12
12: انبیاءؑ کی دعائیں--13
13: دعا کو مفسرین حضرات پوجنے سے تعبیر کرتے ہیں---------------13
14: نتیجہ--14
15: امداد کیلیے اللہ کو پکارنا برحق، مخلوق کو پکارنا باطل------------15
16: کسی کو ماتحت الاسباب کے طور پر پکارنا عبادت نہیں--------------15
17: وہ آیات جن میں پکارنے سے مراد پکارنا ہی ہے------------------16
18: آیت نمبر(1)---16
19: مفتی بریلوی کی پریشانی-----------------------------------17
20: آیت نمبر2--17
21: آیت نمبر3--17
22: آیت نمبر4--18

23: آیت نمبر5 ---------- 19

24: آیت نمبر6 ---------- 20

25: آیت نمبر7 ---------- 20

26: آیت نمبر8 ---------- 21

27: خلاصہ ---------- 21

28: انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنے کے متعلق ایک ضابطہ ---------- 22

29: استعانت کی دوسری قسم ---------- 23

30: انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنے پر دلائل اور انکی حقیقت ---------- 24

31: دلیل 1 وادعوا شہداء کم ---------- 24

32: الجواب بعون الوھاب ---------- 25

33: دلیل 2 من انصاری الی اللہ ---------- 26

34: الجواب بعون الوھاب ---------- 26

35: دلیل 3 وتعاونوا علی البر و تقویٰ ---------- 27

36: الجواب بعون الوھاب ---------- 27

37: دلیل 4 ان تنصر و اللہ ینصر کم ---------- 28

38: الجواب بعون الوھاب ---------- 28

39: دلیل 5 لتؤمنن بہ ولتنصرنہ ---------- 30

40: الجواب بعون الوھاب ---------- 30

41: دلیل 6 واستعینوا بالصبر والصلوۃ ---------- 33

42: الجواب بعون الوھاب ---------- 33

43: دلیل 7 فاعینونی بقوۃ ---------- 34

44: الجواب بعون الوھاب ---------- 34

45: دلیل 8 اید یک بنصرہ وبالمؤمنین ---------- 35

46: الجواب بعون الوھاب ---------- 35

47: دلیل 9 یا ایھا النبی حسبک اللہ و من اتبعک من المؤمنین ---------- 36

[Website: DifaAhleSunnat.com]

48:الجواب بعون الوھاب------------------------36
49:دلیل 10 فان اللہ ھو مولہ وجبریل وصالح المؤمنین----------38
50:الجواب بعون الوھاب------------------------38
50:دلیل 11 والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض----------39
51:الجواب بعون الوھاب------------------------39
52:دلیل 12 انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا-------------40
53:الجواب بعون الوھاب------------------------40
54:دلیل 13 واجعل لی وزیرا من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازری---------42
55:الجواب بعون الوھاب------------------------42
56:دلیل 14 فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذین------------43
57:الجواب بعون الوھاب------------------------43
58:دلیل 15 من ینصروہ ورسلہ بالغیب------------------43
59:الجواب بعون الوھاب------------------------43
60:دلیل 16 للفقراء المھاجرین......وینصرون اللہ ورسلہ----------44
61:الجواب بعون الوھاب------------------------44
62:غیر اللہ سے مدد مانگنے کا احادیث سے ثبوت روایت 1--------------45
63:الجواب بعون الوھاب------------------------46
64:ہمارا معاملہ حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہے جو چاہو مانگ لو------------48
65:الجواب بعون الوھاب------------------------49
66:نوٹ: قل لا املک لنفسی کی بریلوی تفسیر--------------------49
67:ہم قرآن کی مانیں یا مفتی بریلوی صاحب کی؟--------------------51
68:دلیل 3 نورالانوار کے خطبہ کی عبارت------------------------52
69:الجواب بعون الوھاب------------------------52
70:دلیل 4 تمام نعمتیں حضور ﷺ سے مانگو جنت مانگو وغیرہ----------53
71:الجواب بعون الوھاب------------------------53

[Website: DifaAhleSunnat.com]

69:مفتی بریلوی کا غلط نتیجہ نکالنا------------------------------56
70:تبصرہ------------------------------56
71:آپ ﷺ کی دنیا میں سخاوت------------------------------57
72:مفتی بریلوی کا غلط نتیجہ------------------------------58
73:نتیجہ پر تبصرہ------------------------------59
74:نورالانوار کی عبارت کا غلط نتیجہ نکالنا------------------------------60
75:غلط نتیجہ پر تبصرہ------------------------------60
76:دلیل 5 ایک صوفی شاعر کا شعر------------------------------61
77:اس پر تبصرہ------------------------------61
78:دلیل 6 ولو انھم اذ ظلموا------------------------------61
79:الجواب بعون الوھاب------------------------------62
80:عام گناہ گاروں کے معافی مانگنے کا اصول------------------------------63
81:ولو انھم اذ ظلموا کا شان نزول------------------------------64
82:اذ ظلموا کے متعلق امام رازی کی تحقیق------------------------------65
83:نتیجہ------------------------------66
84:دلیل 7 یعطی منھا مایشاء لمن یشاء------------------------------67
85:الجواب بعون الوھاب------------------------------67
86:دلیل 8 تفسیر کبیر کی عبارت وثالثھا الانبیاء------------------------------68
87:الجواب بعون الوھاب------------------------------69
88:دلیل 9 اعینونی عباد اللہ------------------------------70
89:الجواب بعون الوھاب------------------------------71
90:اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کا عقلی ثبوت------------------------------71
91:دلیل 10 دنیا آخرت کا نمونہ ہے------------------------------71
92:الجواب بعون الوھاب------------------------------72
93:اللہ تعالی نے مقبول بندوں کے سپرد بھی عالم کا انتظام کیا اور ان کو اختیارات خصوصی عطاء فرمائے------73

[Website: DifaAhleSunnat.com]

94:دلیل 11 حضرت جبرائیل بیٹا دیتے ہیں-------------------------------73
95:الجواب بعون الوھاب---------------------------------------73
96: نتیجہ---74
97:دلیل 12 انی اخلق لکم من الطین-------------------------------75
98:الجواب بعون الوھاب---------------------------------------75
99:دلیل 13 حضرت عزرائیل جاندار کو بے جان کرتے ہیں---------------------75
100:الجواب بعون الوھاب---------------------------------------76
101:دلیل 14 حضور علیہ السلام ہر گندگی سے پاک فرماتے ہیں-------------------76
102:الجواب بعون الوھاب---------------------------------------76
103: نتیجہ---78
104:دلیل 15 ولوانھم رضواما آتاھم اللہ ورسولہ-------------------------78
105:الجواب بعون الوھاب---------------------------------------89
106:مفتی بریلوی نے اپنی پوری کتاب کا نتیجہ بتایا-------------------------80
107: نتیجہ کا نتیجہ---81
108: خلاصہ---82

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تمہید

الحمدللہ دین اسلام ایک واضح اور ہر قسم کے لوگوں کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے بھیجاہوا ہدایت نامہ اور عدل و انصاف پر مبنی ایک دستور اور قانون ہے اور اس میں جو اہم مسئلہ ہے وہ ہے اللہ تعالی کی وحدانیت کا مسئلہ اور ہر زمانے میں توحید کی مخالفت ہوئی ہے تو ان کو سمجھانے کے لیے انبیاءعلیہ السلام بھیجے گئے ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کو بذریعہ وحی عقلی نقلی دلائل سے اللہ تعالی کی وحدانیت سمجھائی تمام انبیاءعلیہ السلام کے آخر میں اللہ تعالی نے امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو خاتم الانبیاء والمعصومین بنا کر قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت کے لیے ہادی اور رہبر بنا کر مبعوث فرمایا آپ ﷺ نے بھی اپنی دعوت کا آغاز اسی اہم مسئلہ توحید سے فرمایا جیسا کہ آپ ﷺ نے صفا پہاڑ پر چڑھ کر اپنی قوم کو بلایا جب وہ جمع ہوئے تو فرمایا ’’قُولُوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْنَ‘‘ کہ "لا الہ الا اللہ" کو سچ مان کر کہو تو تم کامیاب ہو جاؤ گے اور پھر مکی زندگی کے تیرہ سال خاص طور پر اسی ہی مسئلے پر زیادہ محنت فرمائی قوم چونکہ شرکیہ عقیدہ رکھتی تھی اس لیے وہ لا الہ الا اللہ ماننے اور پڑھنے کے لیے تیار نہیں تھی اور ان کا شرک کرنا یہ تھا کہ وہ اللہ تعالی کے سوا فوت شدہ مقبول بندوں کو اللہ تعالی کی عطا سے اپنا غیبی مددگار اور مشکل کشا سمجھتے تھے اور مشکلات کو دور کرنے کے لیے ان سے مدد طلب کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ۔ یعنی انہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو الہ سمجھا ہے، تاکہ انکی مدد کی جائے۔ اور ان کی کسی مشکل کو جب اللہ تعالی دور کرتا تھا تو وہ سمجھتے تھے کہ ہماری مدد اس فوت شدہ مقبول بندے کی طرف سے ہوئی تو وہ اس فوت شدہ مقبول بندے کی تصویر یا قبر کا سجدہ کرتے تھے ان کے نام پر کوئی جانور ذبح کرتے تھے یا کوئی کھانے پینے کی چیز نذرانے کے طور پر تقسیم کرتے تھے تاکہ وہ خوش ہو جائے اور آئندہ بھی جلدی مدد کرے اس طریقے سے وہ مخلوق کی بھی عبادت کرتے تھے اور یہی ان کا شرک کرنا تھا لہذا شرک سے بچنے کے لیے ہر انسان کو مسئلہ توحید کو سمجھ کر ماننا ضروری ہے ہمارے اس مختصر رسالے کو سمجھ کر پڑھنے والے کو اس مسئلے یعنی توحید کے سمجھنے اور شرک سے بچنے میں اللہ تعالی کی مدد سے انشاء اللہ ضرور رہنمائی حاصل ہو گی۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اس مسئلے پر لکھنے کی ضرورت

اس موضوع پر لکھنے کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ جہالت کی وجہ سے بہت سارے لوگ فوت شدہ لوگوں میں سے جن کو اللہ تعالی کا مقبول بندہ سمجھتے ہیں اور ان میں اللہ تعالی کی عطائی طاقت خیال کر کے ان کو غیبی مددگار سمجھ کر ان کو مشکل کشا تصور کر کے مافوق الاسباب معاملات میں ان سے غیبی مدد طلب کرتے نظر آتے ہیں اور قرآن مجید کی آیت مبارکہ کے مطابق

ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۔ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوا ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ

آیت کا مفہوم: کے مگر جب اللہ تعالی ان کی مشکل حل کرتا ہے تو یکایک تم میں سے ایک طبقہ اللہ تعالی سے دوسروں کو شریک کرتے ہیں تاکہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کی ناقدری کریں، اچھا، مزے کرلو، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ اور وہ اللہ تعالی کے دیے ہوئے رزق میں سے دوسروں کا حصہ نکالتے ہیں ان سے اس جھوٹے عقیدے اور عمل کی ضرور پوچھ ہو گی۔

(سورۃ النحل - آیت نمبر 54-55) اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ جھوٹے عقیدے اور شرکیہ عمل کی سزا ہو گی، جب ہم نے اس طرح کا غلط ماحول دیکھا تو ہمارے دل میں ایک داعیہ پیدا ہوا کہ سادہ لوگ اور بے علم عوام کو یہ مسئلہ سمجھانا چاہیے اور اس پر ہم نے جب غور کیا تو دین سے جاہل عوام کو ایسے غلط عقیدے اور شرکیہ عمل پر ابھارنے والے اور ایسے غلط عقیدے اور شرکیہ عمل کو کرنے کی ترغیب دینے والے کچھ نام نہاد عالم اور جاہل نما مفتی نظر آئے ان میں سے ایک نام نہاد جاہل نما مفتی احمد یار بریلوی گجراتی بھی ہے اور اس نے ایسے غلط عقیدے کو صحیح عقیدہ بنانے کے لیے کتاب بنام " جاء الحق " لکھ کر اس میں ایک عنوان "انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا" قائم کیا اور اس میں موصوف نے یہ باور کرایا کہ انبیاء اولیاء سے مدد مانگنا شرک نہیں بلکہ یہ عین اسلامی قانون کے مطابق ہے۔ اور جب ہم نے اس کو بغور پڑھا تو دیکھا کہ یہ دھوکے پر مبنی ایک تحریر ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے مثلاً عنوان ہے انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا یعنی ادنیٰ اعلی سے مدد طلب کرے لیکن دلائل پیش کیے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امت سے مدد مانگ رہے ہیں یا لکھا ہے کہ نماز اور صبر سے مدد مانگو اور اسی طرح عقیدہ ہے فوت شدہ حضرات سے مافوق الاسباب معاملات میں غیبی مدد مانگنے کا اور دلیل دیے ہیں زندہ لوگوں سے ماتحت الاسباب معاملات میں ظاہری مدد مانگنے کے یہ دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے اور اسی طرح اصول لکھا ہے کہ عقیدہ ثابت کرنے کے لیے آیت ہو تو محکم جس میں دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو اور حدیث ہو تو متواتر ہو لیکن دلیل میں اس اصول کے مطابق ایک بھی دلیل پیش نہیں کی اور بالآخر مافوق الاسباب معاملات میں غیبی مدد سے ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا کہ ہم انبیاء و اولیاء کو اس طرح کا حاجت روا مانتے ہیں جس طرح اہل دیوبند مالداروں کو مدرسہ کا معاون مددگار یا طبیب و حاکم کو مختار حکومت تسلیم کرتے ہیں۔ (جاء الحق ص 187-188)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

عقیدہ انبیاءؑ و اولیاء سے مدد مانگنا، کی تحقیق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمعصومین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وعلیٰ عباداللہ الصالحین۔

امابعد: فاعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ، بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَقُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ ۟ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ ۙ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ نَارًا (الکھف آیت ۲۹)

ترجمہ: اور آپ ﷺ فرما دیجیے کہ تمہارے رب کی طرف سے (جو آیا ہے) حق ہے بس جو چاہے مان لے اور جو چاہے انکار کرے ہم نے ظالمین (منکرین) کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے۔

اور ایک آیت میں ہے۔ لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ ۟ۙ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ ۚ (البقرہ آیت ۲۵۶)

ترجمہ: کوئی جبر نہیں دین (کہ منوانے) میں بے شک ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے، وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور وہ حق ہے اس حق کو ہمارے آقا ﷺ نے کھول کھول کر بیان فرمایا اور حق کو ماننے کی ہر ایک کو دعوت دی، لیکن کسی پر آپ ﷺ نے جبر نہیں کیا، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی پر جبر کیا گیا، ہر ایک کے لیے اعلان تھا کہ دلائل کو دیکھ کر کوئی چاہے، تو مان لے یا اس کی مرضی انکار ہی کرے، لیکن حق کا انکار کرنا ظلم ہے، اور ظلم کے لیے اس کی سزا مقرر ہے۔

اور فرمایا! اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتۡ لَہُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا ۙ (سورۃ الکھف آیت ۱۰۷)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کیے ان کے لیے مہمانی کے طور پر سرسبز گھنے باغات تیار ہیں۔

اس آیت کریمہ میں حق کے ماننے والوں کے لیے اور حق پر چلنے والوں کے لیے انعامات بتائے گئے ہیں اور حق والوں کے ساتھ ہر دور میں اہل باطل کا اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ اس اختلاف کی صورت کبھی یوں ہوتی تھی کہ اہل باطل کھلم کھلا حق کا انکار کرتے تھے، اور کسی نبی کی شریعت کو ہی تسلیم نہیں کرتے تھے، اور کبھی ایک نبی کی شریعت کو ماننے کا دعویٰ کرنے کے باوجود شیطان کے گمراہ کرنے کی وجہ سے یا بے دینی کے ماحول سے مغلوب ہونے کی وجہ سے یا کم علمی کی وجہ سے یا بااثر گمراہ لوگوں سے عزت وآبرو یا جلالت اور دولت اور تحفہ تحائف حاصل کرنے کی وجہ سے اہل حق کے ساتھ وہ ایسا اصولی اختلاف کرتے تھے، کہ اس نبی کی دعوت کو ہی مٹا دیتے تھے، مثلاً یہودیوں میں سے ایک طبقہ نے کہا "عُزَیۡرُ ابۡنُ اللّٰہِ" یعنی عزیر علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے۔

اور عیسائیوں میں سے ایک طبقے نے کہا "الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ اللّٰہِ ؕ" (التوبہ ۳۰) یعنی عیسی علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے والے وہی تھے جو ان کو اللہ کا نبی مانتے تھے اور ان کے امتی ہونے کے دعویدار تھے اور حضرت عزیر اور حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے کی وجہ صرف شدت محبت تھی نہ کہ کسی

دشمنی کی وجہ سے ان کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے، درحقیقت ایسا عقیدہ خود ان انبیاء کی تعلیم کے خلاف تھا لیکن یہ محبت کے اندھے کسی کی نہیں سنتے تھے اور یہود و نصاریٰ کے ایک طبقہ نے اپنے نبیوں کی شریعت کے ماننے کا دعویٰ کرنے کے باوجود یہاں تک کہہ دیا،
"نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (المائدہ آیت ۱۸) یعنی ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔

تو جس طرح انبیاء سابقین علیہم السلام کے ماننے والوں کو ابلیس نے ہدایت کے نام پر گمراہی پر لگا دیا یعنی وہ اپنے نبی کی تعلیم کے مخالف عقائد رکھ کر بھی اپنے آپ کو اس نبی کا سچا امتی اور پیروکار سمجھتے تھے، بعینہ اس آخری امت میں بھی بہت سارے فرقے ہمارے آقا سید عالم ﷺ کی حقیقی تعلیم سے پھر گئے اور باوجود اس کے وہ اپنے آپ کو نبی (علیہ السلام) کا امتی اور پیروکار سمجھتے ہیں، اور ہدایت کے نام پر گمراہی کا پرچار کرتے ہیں، ان میں سے ایک فرقہ مسلک بریلویت بھی ہے، جو نص قطعی اور محکم آیات کے مقابلے میں آیات متشابہات سے مرادی تاویلات کا سہارا لے کر اپنے عقائد بناتے ہیں۔ اور ساتھ ہی عاشق رسول اور اہل سنت ہونے کا دعوی بھی کرتے ہیں۔ ایسے دعوے داروں میں سے مسلک بریلویت کا حکیم البریلویت مفتی احمد یار خان گجراتی بھی ہے۔ جس نے اپنے غلط عقیدوں کو ثابت کرنے کے لیے ایک کتاب بنام "جاء الحق" لکھی ہے، جس کو سامنے رکھ کر ہم ان کے دلائل کو اس سے قطعی اور محکم آیات سے توازن کرتے ہیں تاکہ پتہ چلے کہ حکیم البریلویت کا مسلک نص قطعی اور آیت محکمات کے موافق ہے یا مخالف؟

مفتی احمد یار صاحب نے کتاب جاء الحق کے مقدمہ میں چند اصول لکھے ہیں اور ان اصولوں کے مطابق اپنے عقائد کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، ہم بھی انشاء اللہ ان کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہی اس کی کتاب اور اس کے عقائد پر تحقیقی نظر کرتے ہیں۔ پہلے لفظ "عبارت" سے ان کے دعویٰ اور دلیل کو پیش کریں گے پھر تحقیقی نظر سے اس پر تبصرہ کریں گے۔

سب سے پہلے ہم مفتی احمد یار خان کی کتاب کے مقدمے میں جو اس نے اصول مرتب کیے ہیں اس اصول کو سامنے رکھ کر اسی اصول میں عقائد بریلویت کو پرکھیں گے، اور توازن کریں گے مثلاً

مفتی احمد یار کے بتائے ہوئے اصول

اس نے لکھا ہے کہ تفسیر قرآن کے متعلق حسب ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ ایک تو ہے قرآن کی تفسیر۔ دوسری قرآن کی تاویل۔ تیسری قرآن کی تحریف۔ ان کی علیحدہ علیحدہ تعریفیں ہیں، اور علیحدہ علیحدہ احکام۔

قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنا حرام ہے۔ بلکہ اس کے لیے نقل کی ضرورت ہے۔ قرآن کی جائز تاویل اپنے علم و معرفت سے کرنا جائز اور باعث ثواب ہے، اور قرآن پاک کی تحریف کرنا کفر ہے۔

(1) تفسیر قرآن کریم کے وہ احوال بیان کرنا ہے جو عقل سے معلوم نہ ہو سکے جن کے لیے نقل کی ضرورت ہو جیسے آیات کا شان نزول، آیات کا ناسخ و منسوخ ہونا، اگر کوئی شخص بغیر حوالہ نقل کرنے کے اپنے رائے سے کہہ دے کہ فلاں آیت منسوخ ہے یا فلاں آیت کا شان نزول یہ ہے تو معتبر نہیں بلکہ کہنے والا گنہگار ہے۔

اور تفسیر قرآن کے چند مرتبے ہیں۔(1) تفسیر قرآن بالقران یہ سب سے مقدم ہے۔(2)اس کے بعد تفسیر قرآن بالحدیث۔
(3) پھر قرآن کی تفسیر صحابہ کرام کے اقوال سے خصوصًافقہائے صحابہ اور خلفائے راشدین کی تفسیر۔
(4) تفسیر قرآن تابعین وتبع تابعین کے اقوال سے،وہ قول اگر روایت سے ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر۔(جاءالحق صفحہ 18)

تاویل قطعی نہیں ہے

(2)تاویل: قرآن یہ ہیکہ آیاتِ قرآنیہ کے مضامین اور اس کی باریکیاں بیان کریں اور صرف ونحوی قواعد سے اس میں طرح طرح کے نکات نکالے، یہ اہل علم کے لیے جائز ہے،اس میں نقل کی ضرورت نہیں،اور اسی طرح تاویل،چند احتمالات میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا، بلایقین کے۔ جمل حاشیہ جلالین میں ہے۔۔اصل التفسیر الکشف واصل التاویل الرجوع وعلم التفسیر علم عن احوال القرآن من حیث دلالتہ علی مراد اللہ تعالی بحسب الطاقہ البشریتِ ثم ھو قسمان (۱) تفسیر"وھو مالا یدرک الابانقل کاسباب النزول (۲) تاویل"وھو مایمکن ادراکہ بالقواعد العربیتِ فھو مایتعلق بالدرایہ-----والتاویل ترجیح لاحد المحتملات بلاقطع (جاءالحق ص ۱۲۔۱۱)

اور تاویل کی رائے سے جائز ہونے میں اور تفسیر کی رائے سے ناجائز ہونے میں راز یہ ہے کہ تفسیر تو خدائے پاک پر گواہی دینا ہے اور اس کا یقین کرنا ہے کہ رب تعالی نے اس کلمے کے یہی معنی مراد لیے ہیں اور یہ بغیر بتائے جائز نہیں۔
والتاویل ترجیح لاحد المحتملات بلاقطعٍ‘‘یعنی تاویل چند احتمالات میں سے بعض کو ترجیح دینے کا نام ہے وہ بھی بلایقین۔
نوٹ: اس سے معلوم ہوا کہ آیات تشابہات میں سے تاویل کر کے قطعی عقیدہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ تاویل کر کے جو مراد لیا جاتا ہے،وہ یقینی نہیں ظنی ہو گی اور ظن سے قطعی عقیدہ ثابت نہیں ہو گا۔
چوتھی فصل: جب علم غیب کا منکر اپنے دعویٰ پر دلائل قائم کرے تو چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔
نمبر(1) وہ آیت قطعی الدّلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔(جاءالحق 44)
نوٹ: مصنف نے اگرچہ علم غیب کے موضوع پر یہ چوتھی فصل لکھی ہے اور اس میں علم غیب کے منکر کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اپنی دعویٰ پر دلیل قائم کرے تو اس دلیل میں آیت قطعی الدّلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔ ہم بھی مصنف کے اس اصول کو سامنے رکھ کر خود مصنف کے دلائل کو پرکھیں گے کہ اس نے انبیاء واولیاء سے مدد مانگنے پر اس اصول کے مطابق دلائل پیش کیے ہیں یا نہیں؟اور مصنف کے چار باتوں میں سے ہم نے صرف دو بنیادی باتوں کو نقل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عقیدہ کو ثابت کرنے کیلیے قطعی الدلالت کا ہونا ضروری ہے،اور حدیث ہو تو متواتر ہو،یعنی غیر متواتر حدیث سے قطعی عقیدہ ثابت نہیں ہو گا۔

عبارت: (3) تحریف: تحریف یہ ہے کہ قرآن کے ایسے معنی یا مطلب بیان کرے جو اجماع امت یا عقیدۂ اسلامیہ یا اجماع

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مفسرین کے خلاف ہو یا خود تفسیر قرآن کے خلاف ہو اور کہے کہ وہ معنی نہیں بلکہ معنی وہ ہے جو میں نے کہے ہیں یہ صریح کفر ہے۔

یدعوا، تدعوا کا معنی پکارنا نہیں پوجنا کیا ہے۔

جیسے قرآن کریم کی جن آیتوں میں غیر اللہ کو پکارنے کی ممانت کی گئی ہے، وہاں مفسرین کا اجماع ہے کہ اس سے مراد غیر اللہ کو پوجنا ہے جیسے۔ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ۔ (یونس آیت ۱۰۶) **ترجمہ:** خدا کے سوا کسی کو نہ پوجنا جو تمہیں نفع نقصان نہ پہنچا سکیں۔ نیز قرآن کریم خود اس کی تفسیر کرتا ہے "وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ" (المؤمنون آیت 117)

ترجمہ: جو شخص خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو پوجے۔

اب اس تفسیر اور اجماع کے ہوتے ہوئے جو کہے کہ غیر اللہ کو پکارنا حرام ہے، وہ قرآن میں تحریف کرتا ہے، اس بحث کو خوب اچھی طرح خیال میں رکھنا چاہیے بہت فائدہ مند ہے، اور آئندہ کام آئے گی۔ (جاء الحق ص 14 طبع جدید ص ۲۱)

اس بحث کو خوب اچھی طرح خیال میں رکھنا چاہیے بہت فائدہ مند ہے اور آئندہ کام آئے گی۔ (جاء الحق صفحہ 19/20/21)

دعا یدعوا کا معنی کا پوجنا ہے اس کا جواب بعون الوہاب

سب سے اول یہ دیکھنا ہے کہ "دعاء یدعوا" کے باب کا معنی کیا ہے۔ لغت میں دعاء، یدعو، دعاءء، دعوی، دعوۃ، کا معنی ہے طلب کرنا، بلانا، دعوت دینا، پکارنا، آواز دینا، مدد چاہنا اور دعاء کرنا اور وہ (لفظ یا آواز) جس سے اللہ کو پکارا جائے (القاموس) لغت میں دعاء، یدعوا، دعاءء کے باب میں دعاء کا معنی پوجنا عبادت کرنا نہیں ہے۔ہاں باقی شریعت کی اصطلاح میں جب کوئی شخص اللہ تعالی کو پکارتا ہے یا اس سے مطلب طلب کرتا ہے، یا کوئی چھوٹی یا بڑی چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے، تو اس شخص کا یہ پکارنا یا مدد طلب کرنا یا کوئی بھی چیز اس سے مانگنا عبادت بن جاتی ہے۔

عبادت کا مفہوم

سوال: جب لغت میں دعاء، یدعوا، دعاءء۔ کا معنیٰ عبادت نہیں ہے، تو شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالی کو پکارنا یا اس سے مدد طلب کرنا یا کوئی بھی چیز اس سے مانگنا کیوں کر عبادت بن جاتی ہے؟

جواب: اللہ تعالی کو پکارنا یا اس سے مدد طلب کرنا یا دعاء مانگنا اس لیے عبادت ہے کہ ہر عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالی کے سامنے عاجز اور محتاج ہونے کا اظہار کرتا ہے۔ اور اللہ رب العزت کی بے انتہاء تعریف و ثناء کرتا ہے، شریعت میں ہر قسم کی عبادت کا یہی مفہوم واضح ہے مثلاً نماز روزہ حج اور زکوٰۃ ان تمام عبادات میں اللہ تعالی کی بڑائی اور اس کی ثناء کا اظہار ہوتا ہے اور بندے کی عاجزی، انکساری اور اس کا حاجتمند ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے۔

پکارنے کا ایک قسم عبادت ہے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جب عبادت کا مفہوم یہ ہے، جس میں بندے کی عاجزی کا اظہار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیبی طاقت کو تسلیم کی جاتا ہے تو اسی طرح کوئی شخص جب اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہے، یا کوئی چیز مانگتا ہے، تو اس میں بھی بندے کی انتہائی عاجزی کا اظہار ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بھی ظاہر ہوتی ہے، اور دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ جو دعاء مانگ رہا ہے وہ حاجت مند ہے اور جس سے مانگ رہا ہے وہ حاجت روا ہے اور جو مانگ رہا ہے وہ کسی مشکل میں ہے اور جس سے مانگ رہا ہے وہ مشکل کشا ہے۔ اور جو مانگ رہا ہے وہ اپنے حال سے بتارہا ہے کہ وہ چیز میرے پاس نہ ذاتی ہے نہ عطائی، بلکہ رب کے پاس ہے، میں خود اس سے مانگ رہا ہوں، ان تمام چیزوں میں بندے کی عاجزی واضح ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی تعریف ظاہر ہوتی ہے، اور دعاء مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر وقت زندہ، موجود، ہر آواز سننے والا، ہر چیز دیکھنے والا، اور غیبی مدد کرنے والا تصور کر کے پکارتا ہے، تو اس بنا پر شریعت کی اصطلاح میں دعاء مانگنے کو عبادت کہا گیا ہے۔

دعاعبادت کا مغز ہے

کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "الدعاء مخ العبادہ" **ترجمہ:** دعاء عبادت کا مغز ہے۔

وفی روایت "الدعاء ھو العبادہ" **ترجمہ:** دعاء عبادت ہے۔ (ابوداوٗد، ترمذی)

اور مفتی نعیم الدین بریلوی نے سورۃ الاعراف کی ایک آیت 55 "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دعاء اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کو کہتے ہیں۔ اور یہ داخل عبادت ہے کیونکہ دعاء کرنے والا اپنے اپ کو عاجز و محتاج اور اپنے پروردگار کو حقیقی قادر حاجت روا اعتقاد کرتا ہے اس لیے حدیث شریف میں وارد ہے الدعاء مخ العبادہ (خزائن العرفان ص ۱۸۸)

اور یہی بریلوی مفتی سورت مومن کی آیت نمبر 60 کی تفسیر میں لکھتا ہے:

کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں اپنی رحمت سے قبول فرماتا ہے اور ان کی قبول کے لیے چند شرطیں ہیں، ایک اخلاص، دوسرا یہ کہ قلب غیر کی طرف مشغول نہ ہو۔ تیسری یہ کہ دعاء کسی امر ممنوع پر مشتمل نہ ہو چوتھی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتا ہو پانچویں یہ کہ وہ شکایت نہ کرے کہ میں نے دعاء مانگی قبول نہ ہوئی۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ الدعاء ھو العبادہ (ابوداوٗد ترمذی) (خزائن العرفان ۵۶۳)

رب سے ہر چھوٹی بڑی چیز مانگنا عبادت ہے

اور مفتی احمدیار بریلوی نے (سورۃ المؤمن آیت نمبر ۶۰) وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ رب سے ہر چھوٹی بڑی چیز مانگنا بھی عبادت ہے، (نور العرفان ص ۸۴۲)

دعاء کے اس مفہوم کو سمجھنے کے بعد کہ دعا عبادت ہے، اور انبیا علیہم السلام کی دعاؤں میں بھی یہی چیز (یعنی دعا مانگنے والا اپنے آپ کو حاجت مند اور مشکل زدہ سمجھتا ہے، اور اللہ تعالی کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر عاجزی اور انکساری سے اللہ تعالی سے غیبی مدد مانگتا ہے) نظر آتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی دعائیں

مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کی " فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ " ۔(القمر 10)

ترجمہ: نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے دعاء کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے۔

اور حضرت لوط علیہ السلام کی دعاء۔ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ۔(ھود 77)

ترجمہ: اور جب حضرت لوط علیہ السلام کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے (حسین لڑکوں کی صورت میں) آئے تو ان کو ناگوار ہوا اور ان کے سبب سے دل تنگ ہوا اور بولا یہ بڑی سختی کا دن ہے۔

وفی آیۃ: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ (ھود 78)

ترجمہ: حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا کہ اللہ تعالی سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں ہے؟

یہ کلام آپ نے نہایت پریشانی کی حالت میں کہا (نور العرفان)

وفی آیۃ: قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ (ھود 80)

نوٹ: اس معلوم ہوا کہ حضرات انبیاءؑ اپنے آپ کو حاجت مند اور اللہ تعالی کو حاجت روا سمجھ کر اور اپنے آپ کو مشکل زدہ اور اللہ تعالی کو مشکل کشا سمجھ کر غیبی مدد کے لیے پکارتے تھے، اور اس قسم کے پکارنے میں انبیاءؑ کی انتہائی عاجزی اور انکساری کا اظہار ہوتا ہے اور اللہ تعالی کی طاقت اور قدرت کاملہ پر اور غیبی مددگار ہونے کا یقین ہوتا ہے، اس لیے اس قسم کے پکارنے کو شریعت میں عبادت کہا گیا ہے۔ اور اس قسم کا پکارنا بھی عبادت یعنی پوجنا بن جاتا ہے۔

اس قسم کے پکارنے کو مفسرین حضرات پوجنے سے تعبیر کرتے ہیں

جس کا واضح ثبوت رسول اللہ ﷺ کا فرمان اقدس ہے۔ (الدعاء مخ العبادۃ) اور (الدعاء ھو العبادۃ۔ وداؤد، ترمذی۔ بحوالہ خزائن العرفان حاشیہ کنز الایمان اور نور العرفان حاشیہ کنز الایمان میں موجود ہے جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

یہی سبب ہے کہ مفسرین حضرات نے اس قسم کے پکارنے کو پوجنے سے تعبیر کیا ہے۔
اور دعا کا مفہوم مفتی نعیم الدین بریلوی نے جو لکھا ہے، کہ دعاء اللہ تعالی سے خیر طلب کرنے کو کہتے ہیں اور یہی داخل عبادت ہے۔کیونکہ دعاء کرنے والا اپنے اپ کو عاجز و محتاج اور اپنے پروردگار کو حقیقی قادر و حاجت روا اعتقاد کرتا ہے اس لیے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔(الدعاءمخّ العبادۃ ،دعاء عبادت کا مغز ہے خزائن العرفان سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 55 کی تفسیر میں۔اور اسے مفتی بریلوی نے دعاء کی قبولیت کے لیے چند شرطیں لکھی ہیں۔(1) اخلاص دعاء میں۔(2) قلب غیر کی طرف مشغول نہ ہو۔(3) دعاء کسی امر ممنوع پر مشتمل نہ ہو۔(4) اللہ تعالی کی رحمت پر یقین رکھتا ہو۔(5) شکایت نہ کرے کہ میں نے دعاء مانگی قبول نہ ہوئی جب ان شرطوں سے دعاء کی جاتی ہے تو قبول ہوتی ہے۔(خزائن العرفان المؤمن آیت 60 کی تفسیر میں)
اور اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان بریلوی نے لکھا ہے کہ،رب سے ہر چھوٹی بڑی چیز مانگنی بھی عبادت ہے۔نور العرفان (742)

نتیجہ:

اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی بندہ مخلوق سے توجہ ہٹا کر صرف اپنے خالق پر یقین کر کے آہ وزاری کے ساتھ اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو حاجت مند اور اللہ تعالی کو حاجت روا اور اپنے آپ کو مشکل زدہ اور اللہ تعالی کو مشکل کشا یقین کر کے اس سے چھوٹی یا بڑی چیز مانگتا ہے اور اس کو غیبی مددگار سمجھ کر اس کو پکارتا ہے تو اس قسم کا پکارنا یا مدد مانگنا عبادت بن جاتا ہے اور ایسی پکارنے یا مدد مانگنے کو مفسرین حضرات نے پوجنے سے تعبیر کیا ہے،اب اگر کوئی مخلوق میں سے کسی کو بھی اس عقیدے سے پکارتا ہے کہ جس کو میں پکار رہا ہوں وہ میرے حال سے واقف ہے،اور میری زبان کو جانتا ہے،اور مافوق الاسباب طاقت کا مالک ہے۔اور غیب سے مدد کرنے پر قادر ہے،اور ہر تکلیف کو دور کرنے کا یا کسی قسم کا غیب سے نفع دینے کا اس کو ذاتی یا عطائی اختیار ہے اس لیے اس کے سامنے اپنی عاجزی اور بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی حاجت کو اس کے سامنے پیش کر کے اس کو پکارتا ہے تاکہ وہ میری فریاد رسی کرے اور غیب سے مجھے مدد پہنچائے،تو اس عقیدے سے مخلوق میں سے کسی کو بھی پکارنا عبادت بن جاتا ہے،اس لیے مفسرین حضرات نے اس قسم کی پکارنے کو پوجنے سے تعبیر کیا ہے۔جب اس قسم کا پکارنا پوجنا بن جاتا ہے۔تو جس طرح مخلوق میں سے کسی کی بھی عبادت کرنا یا کسی کو بھی پوجنا باطل ہے،بالکل اسی طرح مخلوق میں سے کسی کو بھی پکارنا یا کسی سے غیبی مدد طلب کرنا بھی باطل ہے،اور جس طرح مخلوق میں سے کسی کی بھی عبادت کرنے والا مشرک بن جاتا ہے،بالکل اسی طرح مذکورہ بالا طریقے سے مخلوق میں سے کسی کو بھی غیبی مدد کے لیے پکارنے والا بھی مشرک ہو جاتا ہے،اور اس قسم کے پکارنے کے بارے میں خود بریلویوں کے حکیم جو اس کتاب (جاء الحق) کا مصنف ہے۔یہی فتوی دیا ہے۔

امداد کیلیے اللہ کو پکارنا برحق، مخلوق کو پکارنا باطل ہے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اس نے سورۃ رعد کی آیت 14 " لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ " پکارنا صرف اسی (اللہ) کا حق ہے. اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ امداد کے لیے اللہ تعالی کو پکارنا برحق ہے، اور مخلوق کو پکارنا باطل ہے۔(نور العرفان ص30)

کسی کو ماتحت الاسباب کے طور پر پکارنا عبادت نہیں

نوٹ: لیکن یہ بھی یادرہے کہ اللہ تعالی کو جب بھی پکارا جائے یا اس سے مدد طلب کی جائے تو اللہ تعالیٰ کو ہر قسم کا پکارنا یا مدد طلب کرنا ہر حال میں عبادت بن جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالی کو غیبی مدد کے لیے پکارا جاتا ہے باقی مخلوق کو پکارنے والے کی ہر پکار یا مدد طلب کرنے والے کی ہر قسم کی مدد طلب کرنا عبادت نہیں ہے۔ کیوں؟

فرق: یہ ہے کہ جس قسم کا پکارنا اللہ کے لیے خاص ہے یا جس عقیدے سے اللہ کو پکارا جاتا ہے مثلاً اللہ کو الحی (زندہ) القیوم (قائم) السمیع (ہر آواز سننے والا) البصیر (ہر چیز دیکھنے والا) القادر (ہر قسم کی مدد کرنے والا) العلیم (ہر چیز جاننے والا) اور مافوق الاسباب مددگار اور غیبی مددگار سمجھ کر پکارا جاتا ہے، اس لیے اس قسم کا پکارنا اللہ کے لیے خاص ہے اور داخل عبادت ہے۔ اگر مخلوق میں سے بھی کسی میں اس قسم کا عقیدہ رکھ کر یعنی الحی، القیوم، السمیع، البصیر، القادر، مافوق الاسباب طاقت کا مالک، غیبی مدد کرنے والا سمجھ کر کوئی پکارے تو یہ پکارنا عبادت بن جائے گا، تو جس طرح مخلوق میں سے کسی کی بھی عبادت کرنا حرام ہے اور باطل ہے، اسی طرح مذکورہ بالا قسم کا پکارنا بھی باطل ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مفتی احمد یار خان بریلوی کو بھی مجبوراً ہی سہی، لیکن کہنا پڑا کہ امداد کے لیے اللہ تعالیٰ کو پکارنا حق اور مخلوق کو پکارنا باطل ہے، باقی ماتحت الاسباب معاملات میں کسی سے ظاہری مدد طلب کرنا یا ایک دوسرے کو پکارنا جائز ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی کو ظاہری مدد کے لیے ماتحت الاسباب معاملات میں پکارے گا تو خود اس کا ظاہر ہونا لازمی ہو گا یعنی ماتحت الاسباب معاملات میں جس سے مدد طلب کی جائے گی اس کا دنیا میں موجود ہونا اور زندہ ہونا لازمی ہو گا اور اس کے ساتھ اس قسم کی مدد کرنے کی طاقت کا بھی ہونا ضروری ہے۔ مثلاً بھوکے کی مدد وہی کر سکتا ہے، جس کو کھانا کھلانے کی طاقت ہو اور پیاسے کو پانی وہی پلا سکتا ہے، جس کے پاس پانی ہو، اور مریض کو ڈاکٹر تک وہی پہنچا سکتا ہے، جس کے پاس ڈاکٹر تک پہنچانے کی طاقت ہو، اسی طرح غریب و محتاج کی مالی مدد وہی کر سکتا ہے، جس کے پاس مال ہو۔

اس تفصیل کے بعد مفتی احمد یار خان کا مصنوعی اصول کہ جن آیتوں میں غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت کی گئی ہے، وہاں مفسرین کا اجماع ہے، کہ اس سے مراد غیر خدا کو پوجنا ہے۔(جاء الحق ص14)

اس اصول کا سمجھنا آسان ہو گیا کہ، کیا مفسرین حضرات کا اجماع پکارنے کو پوجنے سے تعبیر کرنے کا ایسی صورت میں ہے، جس میں کوئی غیر اللہ کو مافوق الاسباب معاملات میں غیبی مددگار سمجھ کر پکارے گا تو اس قسم کا پکارنا پوجنا ہے، اور غیر اللہ کو پکارنے والا مشرک ہو جائے گا۔ باقی مفسرین حضرات نے بہت ساری آیات کی تفسیر میں پکارنے سے مراد پکارنا بھی لیا ہے، اور ان آیات میں غیر اللہ کو پکارنے سے ہی روکا گیا ہے، اور غیر اللہ کے پکارنے کو باطل قرار دیا گیا ہے۔

وہ آیات جن میں پکارنے سے مراد پکارنا ہی ہے

مثلاً: آیت (1) : لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّیْهِ اِلَى الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ۔ (سورۃ الرعد آیت 14)

ترجمہ: اسی (اللہ) کو پکارنا سچ ہے اور اس کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے مگر اس طرح کہ جو پانی کے سامنے اپنے ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھے کہ پانی (خود بخود) ان کے منہ میں پہنچ جائے (حالانکہ) وہ ہرگز نہ پہنچے گا، اور کافروں کی ہر دعاء بھٹکتی پھرتی ہے۔ (ترجمہ احمد رضا بریلوی)

نوٹ: اس آیت کریمہ میں غیر اللہ کو پکارنے سے مراد پکارنا ہی ہے۔ نہ کہ پوجنا، کیونکہ اس آیت میں پکارنے والوں کی مثال اس طرح دی گئی ہے، جو اللہ کے سوا مخلوق میں سے کسی کو مافوق الاسباب طاقت کا مالک سمجھ کر غیبی مدد کے لیے پکارتا ہے۔ تو اس کی مثال پانی کو پکارنے والے کی طرح ہے، تو جس طرح پانی، پکارنے والے کی پکار کو نہ سنتا ہے نہ سمجھتا۔ اور نہ ہی اس کی ضرورت پوری کرنے کی ذاتی یا عطائی طاقت رکھتا ہے۔ تو بعینہ اسی طرح مخلوق میں سے کوئی بھی مافوق الاسباب معاملات میں کسی کی نہ پکار سنتا ہے نہ اس کو دیکھتا ہے، اور نہ ہی غیبی مدد سے اس کی ضرورت پوری کرنے کی ذاتی یا عطائی طاقت رکھتا ہے۔ قرآن کی آیت نے اس مسئلے کو اس طرح واضح کر دیا، لیکن باوجود اس کے پھر بھی اگر کوئی مخلوق میں سے کسی کو مافوق الاسباب طاقت کا مالک سمجھ کر اس کو غیبی مددگار سمجھ کر پکارتا ہے، تو ایسی قرآنی آیات کے منکر کی پکار یقیناً بھٹکتی رہتی ہے۔ اور اگر اس آیت میں پکارنے سے مراد پوجنا ہوتا تو آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوتا کہ جو اللہ تعالی کے سوا دوسروں کو پوجتے ہیں وہ اس پوجنے والے کے پوجنے کو نہیں جانتے، لیکن اس آیت میں یوں ہے کہ وہ اللہ کے سوا جن کو جس مقصد کے لیے پکارتے ہیں وہ ان کا مقصد پورا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے جس طرح پانی کسی کے منہ میں خود بخود پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتا، تو جس طرح پانی کو پکارنا فضول، اسی طرح غیبی مدد کے لیے مخلوق کو پکارنا بھی فضول ہوا، لیکن مخلوق کو پکارنا صرف فضول نہیں بلکہ اللہ تعالی کے روکنے کے باوجود بھی مخلوق کو مافوق الاسباب طاقت کا مالک سمجھ کر پکارنے والا قرآن کی آیات کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔ اور ایسی واضح آیات میں کسی تاویل کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہو گی اور ایسی واضح آیات کے اصل مقصد کو کسی تاویل سے تبدیل کرنے والے کی تاویل باطل ہو گی۔ یہی وجہ تھی کہ اس قسم کے پکارنے کو اگرچہ پکارنے سے مراد پکارنا ہی ہے، لیکن مفسرین حضرات ایسے پکارنے کو پوجنے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہی حقیقت تھی جس بنا پر خود احمد یار خان بریلوی جاء الحق کے مصنف نے بھی اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ امداد کے لیے اللہ کو پکارنا برحق ہے، اور مخلوق کو پکارنا باطل ہے (نور العرفان ص 301 سورۃ رعد آیت 14) کی تفسیر میں۔ اس تحریر کے بعد احمد یار خان کا جھوٹ خود اپنے ہی قلم سے ظاہر ہو گیا کیونکہ اس نے جاء الحق کے صفحہ 14 پر لکھا ہے۔ کے غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت سے مراد پوجنا ہے اور جو کوئی کہے کہ غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت ہے، وہ تحریف کرتا ہے، اور تحریف کرنا کفر ہے، اور کنز الایمان سورۃ رعد آیت 14 کی تفسیر میں لکھا ہے کہ امداد کے لیے اللہ کو پکارنا برحق اور مخلوق کو پکارنا باطل ہے تو اس عبارت سے اس کا پہلی عبارت والا جھوٹ ظاہر ہو گیا۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مفتی بریلوی کی پریشانی

جب مفتی احمد یار نے مخلوق کے پکارنے کو باطل قرار دیا، تو اس سے خود اس کا اپنا مذہب باطل ہو گیا، لیکن اپنے مذہب کو بچانے کے لیے یوں کہنے لگا کہ، خیال رہے کہ مصیبت میں حاکم حکیم اور ولی کو پکارنا در حقیقت رب کو پکارنا ہے۔

(نور العرفان ص 301)

تبصرہ: لیکن اس عبارت سے بھی اس کا مصنوعی مذہب بچ نہیں سکتا کیونکہ حاکم حکیم اور ولی سب مخلوق ہیں۔ اور مخلوق کو پکارنا باطل ہے تو ظاہر ہے کہ حاکم حکیم اور ولی کو پکارنا بھی باطل ہوا، ہاں باقی حاکم یا حکیم کو ماتحت الاسباب معاملات میں پکار کر ان سے ظاہری مدد طلب کی جائے، اور اسی طرح کسی اللہ کے زندہ ولی عالم سے کسی دینی مشکل مسئلہ کا حل پوچھا جائے یا کسی پریشانی کے وقت میں اس سے دعاء کرائی جائے تو یہ جائز ہے، لیکن پھر بھی ایسے معاملات میں ان کو پکار کر ظاہری مسائل کا حل کرانا در حقیقت رب کو پکارنا نہیں، یہ محض احمد یار خان کی غلط سوچ ہے۔ اور بے دلیل فضول بات ہے، اور احمد یار کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پکارنے سے مراد بھی پکارنا ہی ہے نہ کہ پوجنا کیونکہ حاکم حکیم اور ولی کو پوجنا خود ان کے نزدیک بھی باطل اور حرام ہے۔ لہذا وہ غیر اللہ کو پکارنے کے جواز کا جو چور دروازے سے راستے بنا رہا تھا، وہ نہ بن سکا۔

آیت نمبر (2) وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ۔ (سورۃ یونس آیت 66)

ترجمہ: اور کیا ہے کے پیچھے جا رہے ہیں، وہ جو اللہ کے سوا (دوسرے) شریک پکار رہے ہیں وہ تو پیچھے نہیں جاتے مگر گمان کے اور وہ تو نہیں مگر (صرف) اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ (ترجمہ احمد رضا خان بریلوی)

نوٹ: اس آیت کریمہ میں بھی پکارنے سے مراد پکارنا ہی ہے اس لیے احمد رضا خان بریلوی نے بھی یہی ترجمہ کیا کہ جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو (غیبی مددگار سمجھ کر) مصیبت دور کرنے کے لیے پکارتے ہیں وہ صرف ان کا خیال اور اٹکل ہے ان کے پاس دلیل کوئی نہیں اگر پکارنے سے مراد پوجنا ہوتا تو بریلویوں کا اعلیٰ حضرت بھی اس کا ترجمہ یوں کرتا کہ جو لوگ اللہ کے سوا دوسرے شرکاء کو پوجتے ہیں جس طرح اس نے سورۃ یونس کی آیت 106 "وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" کا ترجمہ: اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کر" ترجمہ کیا ہے، اور سورۃ مومنون کی آیت نمبر 117 "وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ" اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجتے ترجمہ کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں پکارنے سے مراد پکارنا ہی ہے نہ کہ پوجنا۔

آیت نمبر (3): اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۔ (سورۃ فاطر آیت 14)

ترجمہ: تم انہیں پکارو وہ تمہاری پکار نہ سنے اور بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روائی نہ کر سکیں اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے منکر ہوں گے اور تجھے کوئی نہیں بتائے گا اس بتانے والے کی طرح۔ (ترجمہ احمد رضا خان بریلوی)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نوٹ: اس آیت کریمہ میں بھی پکارنے سے مراد پکارنا ہی ہے نہ کہ پوجنا کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے اگر پکارنے سے مراد، پوجنا ہوتا تو پکار سننے کی نفی نہیں کی جاتی بلکہ یوں ہوتا کہ اگر تم ان کو پوجو تو وہ تمہارے پوجنے کو نہیں جانتے اور آگے فرمایا بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روائی نہ کر سکیں گے اس جملے میں بھی یہی فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ تمہاری پکار کو سن بھی لیں تب بھی جس مصیبت کو دور کرنے کے لیے تم ان کو پکارتے ہو یا کسی بھی مدد کے لیے تم ان کو پکارتے ہو اس مقصد کے پورے کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتے اور یہ بھی بتایا گیا کہ جن کو تم حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر غیبی مدد کے لیے پکارتے ہو، تو وہ اس پکارنے والے کا مقصد تو پورا نہیں کر سکتے بلکہ غیر اللہ کو غیبی مدد کے لیے پکارنے والا مشرک ہو جاتا ہے، اور قیامت کے دن وہ خود ان کے شرک کرنے کا انکار کریں گے اور آگے فرمایا کہ غیر اللہ کو غیبی مدد کے لیے پکارنے والے کی حاجت پوری نہ ہونے کی سچی خبر اور قیامت کے دن ان مشرکین کے شرک کا انکار کرنے کی سچی خبر جس طرح اللہ تعالی تمہیں بتلاتا ہے اس طرح دوسرا کوئی بھی میرے محبوب تجھے نہیں بتلائے گا۔

اور اس آیت کریمہ میں جو فرمایا گیا ہے کہ وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے اگر سن بھی لیں تو مقصد پورا نہیں کر سکتے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ، یا تو وہ سنتے ہی نہیں ہیں، اس لیے مقصد کو پورا کیسے کر سکیں گے، یا اگر سن بھی لیں پھر بھی حاجت روائی نہ کر سکیں گے، تو اس میں ان کے مقصد کے پورا نہ ہونے کی تاکید کے ساتھ نفی کی گئی ہے یعنی سننے کے باوجود بھی کسی قسم کی مدد کرنے کی ان کو طاقت نہیں ہے، بہر حال آیت کریمہ کا سیاق بتلا رہا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی غیبی مدد کے لیے پکارنا ہر حال میں فضول ہے۔

آیت نمبر (4): قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ۔ (سورت سبا آیت نمبر 22)

ترجمہ: تم فرماؤ: پکارو انہیں جنہیں تم اللہ کے سوا (مددگار) سمجھتے ہو وہ ذرہ بھر بھی (نفع، نقصان) کسی چیز کے مالک نہیں آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ہی ان دونوں میں ان کا کچھ حصہ ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی دنیا چلانے میں اللہ کا مددگار ہے۔

نوٹ: اس آیت کریمہ میں بھی پکارنے سے مراد پکارنا ہی ہے، نہ کہ پوجنا، خود مفتی احمد یار نے بھی اس آیت کی تفسیر میں لکھا "اے بت پرستو، اپنی مصیبتوں میں اپنے جھوٹے معبودوں کو پکار کر دیکھو یہ تمہارے فریاد رسائی نہیں کر سکتے۔

(نور العرفان سورج سبا آیت نمبر 22 کی تفسیر)

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالی کے سوا جن انبیاء اور صالحین کو تم غیبی مددگار سمجھ کر مصیبت دور کرنے کے لیے پکارتے ہو اور ان کی پتھروں وغیرہ پر تصویریں بنا کر ان پر صالحین کا نام رکھ کر اور ان تصویروں کے سامنے آہ وزاری کر کے ان صالحین کو پکارتے ہو تو وہ ذرہ برابر بھی تمہارے نفع نقصان کے مالک نہیں لہذا تمہارا پکارنا فضول ہے اس سے ظاہر ہے کہ پکارنے سے مراد پکارنا ہی ہے، نہ کہ پوجنا، باقی غیبی مدد کے لیے مخلوق میں سے کسی کو پکارنا مفسرین حضرات اس کو پوجنے سے تعبیر کرتے ہیں، لہذا جس طرح مخلوق کو پوجنا حرام ہے اس طرح مخلوق کو غیبی مدد کے لیے پکارنا بھی حرام ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

آیت نمبر (5): قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا۔ (بنی اسرائیل آیت نمبر 56۔57)

ترجمہ: تم فرماؤ! پکارو انہیں جن کو اللہ کے سوا (غیبی مددگار) گمان کرتے ہو، تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے کوئی تکلیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا، وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں، وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے، وہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں وہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔
(ترجمہ احمد رضاخان بریلوی)

نوٹ: اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو اللہ کا مقبول بندہ سمجھتے تھے۔ ان کو مافوق الاسباب معاملات میں عطائی طاقت کا مالک سمجھ کر غیبی مددگار گمان کرتے، اور مصیبت کے وقت مصیبت کو دور کرنے کے لیے ان کو پکارتے تھے، تو ایسے لوگوں کو کہا گیا کہ جن کو تم تکلیف دور کرنے کے لیے پکارتے ہو وہ تمہاری تکلیف دور کرنے کا ذاتی یا عطائی طور پر کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتے، اس آیت کریمہ میں بھی غیر اللہ کو پکارنے سے مراد پکار ہی ہے، نہ کہ پوجنا، باقی ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ اگر کوئی مخلوق میں سے کسی کو اس عقیدے سے کہ وہ مجھے ہر وقت دیکھتا ہے، جانتا ہے، اور غیبی مدد کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ پھر اپنی محتاجی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو حاجت مند اور اس کو حاجت روا سمجھ کر پکارے تو اس قسم کا پکارنا عبادت بن جاتا ہے اور مفسرین حضرات ایسے قسم کے پکارنے کو پوجنے سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ احمد رضا بریلوی نے اس آیت میں "ادعوا" کا ترجمہ "پکارو" کیا ہے، اور اس کے بعد والی آیت میں "یدعون" کا ترجمہ پوجنا کیا ہے، احمد رضا بریلوی کے ترجمے سے ایک بات اور بھی واضح ہوگئی کہ مشرکین مکہ جن کو مصیبت دور کرنے کے لیے پکارتے تھے اور وہی پکارنا پوجنا ہوتا تھا تو وہ محض پتھر کے بت نہیں تھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو مدد کے لیے پکارتے تھے۔ یعنی پتھر پر تصویر بنا کر کسی مقبول بندے کا نام رکھ کر بظاہر اس تصویر کے سامنے آہ وزاری کرتے تھے۔ یا اس تصویر کو سجدہ کرتے تھے یعنی منت مانتے تھے، باقی ان کے عقیدے اور ذہن میں اس مقبول بندے کی شخصیت ہوتی تھی جس کو غیبی مددگار سمجھ کر مصیبت دور کرنے کے لیے وہ پکارتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اس غلط عقیدے کی تردید فرمائی کہ وہ تمہاری تکلیف دور کرنے کی ذاتی یا عطائی کسی قسم کی طاقت نہیں رکھتے۔

سوال: اب سوال یہ ہے کہ جن مقبول بندوں کو مشرکین مکہ مصیبت دور کرنے کے لیے پکارتے تھے وہ کون تھے؟

جواب: اس سوال کا جواب بھی ہم مفتی نعیم الدین بریلوی اور مفتی احمد یار خان بریلوی سے ہی پوچھتے ہیں۔ یہ دونوں مفتی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ وہ مقبول بندے یہ تھے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام، اور فرشتے اور مؤمن جنات۔ (نور العرفان ص246، خزائن العرفان ص344)

اور مفتی احمد یار نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اور فرشتے سب ہی رب سے خوف اور امید رکھتے ہیں کیوں نہ ہو کہ ایمان خوف اور امید پر ہی قائم ہے۔ (نور العرفان ص246)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تبصرہ: مسلک بریلویت کے ان ہر دو مفتیوں کی اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ جو رسول اللہ ﷺ کے دینی دشمن بھی تھے وہ بھی انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کو مافوق الاسباب معاملات میں عطائی طاقت کا مالک سمجھ کر غیب سے مدد کرنے کا عقیدہ رکھ کر ان کو پکارتے تھے، تو اللہ تعالی نے ان آیات میں ان کے عقیدے کی تردید فرمائی کہ وہ نبی یا رسول یا کوئی جن یا فرشتہ کتنا ہی مقبول کیوں نہ ہو، لیکن پھر بھی وہ مافوق الاسباب معاملات میں غیبی مدد کرنے کی ذاتی یا عطائی طاقت نہیں رکھتا۔ اس آیت کریمہ سے اس امت کو بھی نصیحت حاصل کرنی چاہیے کہ مقبول بندوں کو غیبی مددگار سمجھ کر پکارنا مشرکوں کا کام ہے نہ کہ مؤمنین کا۔

آیت نمبر (6): فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ (العنکبوت آیت 65)

ترجمہ: پس جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں (اور ڈوبنے کا اندیشہ ہوتا ہے) تو خالص اللہ تعالی کو ہی (غیبی مددگار سمجھ کر خالص اسی کو ہی) پکارتے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالی انہیں بچا کر خشکی تک پہنچاتا ہے تو اس وقت دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔

نوٹ: اس آیت کریمہ میں بھی پکارنے سے مراد پکارنا ہی ہے کیونکہ کشتی کے ڈوبنے کے عین وقت ہر سوار ڈوبنے سے بچنے کے لیے اللہ تعالی کو پکارتا ہے۔ اور اللہ تعالی کو پکارنا اس سے غیبی مدد طلب کرنا بھی عبادت ہے، اس لیے مفسرین حضرات اس قسم کے پکارنے یعنی غیبی مدد طلب کرنے کو پوجنے سے تعبیر کرتے ہیں، باقی رہا نجات پانے کے بعد ان کا شرک کرنا وہ اس طرح کے نجات پانے کے بعد مشکل حل کرنے کی نسبت دوسروں کی طرف کر کے کہتے ہیں کہ فلاں اللہ کے مقبول بندے نے ہماری مدد کی پھر ان کے نام پر مٹھائی تقسیم کرتے تھے یہی ان کا شرک کرنا ہوتا تھا۔

آیت نمبر (7): ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ (المؤمن آیت 12)

ترجمہ: یہ اس پر ہوا کہ جب ایک اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کر کے پکارا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے، اب تو حکم صرف اللہ کے لیے ہے یعنی صرف اس کا حکم چلے گا جو سب سے بلند اور بڑا ہے۔

نوٹ: اس آیت کریمہ سے ایک آیت پہلے جس میں جہنمیوں کی درخواست کو بیان کیا گیا ہے، کہ جہنمی کہیں گے اے ہمارے رب آپ نے ہمیں دو بار زندہ اور دو بار مردہ رکھا، پس ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار بھی کیا، تو کیا اب اس جہنم سے نکلنا ہو گا تو پروردگار کی طرف سے ان کو جواباً کہا جائے گا کہ تم جہنم سے کبھی بھی نکالے نہیں جاؤ گے (جیسا کہ دوسری آیات سے ثابت ہے) "وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ" (البقرہ 167) اس آیت کریمہ میں ان کا جرم ان کو بتایا گیا ہے، کہ جہنم سے کبھی بھی اس لیے نکلنا نہیں ہو گا کہ تم ایسے ضدی مشرک تھے کہ جب اکیلے اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے، لیکن جب اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو غیبی مددگار سمجھ کر (ملا کر) پکارا جاتا تھا تو پھر تم مانتے تھے، اس لیے ایسے مشرکوں کو جہنم سے نکلنا نصیب نہیں ہو گا۔

اس آیت کریمہ میں بھی پکارنے سے مراد پکارنا ہی ہے، لیکن یہ پکارنا وہی ہے جو اللہ تعالی کے لیے خاص ہے یعنی اللہ تعالی کو الحی، القیوم، السمیع، البصیر، العلیم، القادر، سمجھ کر غیبی مدد کے لیے پکارا جاتا ہے، اور اس قسم کے پکارنے کو مفسرین حضرات پوجنے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

سے تعبیر کرتے ہیں اور جس طرح مخلوق کی پوجایاعبادت کرنا حرام ہے اس طرح مذکورہ بالاقسم کے طریقے سے مخلوق کوپکارنا بھی حرام ہے۔ اس لیے جہنمیوں کو بتایا جارہا ہے کہ اس قسم کی پکار جو اللہ کے لیے خاص تھی صرف اسی کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر ایسی خاص پکار میں دوسروں کو بھی شریک کیا جاتا تھا تو تم مانتے تھے، اس بنا پر وہ جہنم سے کبھی بھی نہیں نکالے جائیں گے۔

آیت نمبر (8): وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ۝(المؤمن 60)

ترجمہ: اور تمہارے رب نے (عام اعلان کے طور پر) فرمایا ہے کہ مجھ سے دعاء کرو میں قبول کروں گا بے شک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، عنقریب وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار بریلوی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یعنی میری عبادت کرو میں قبول کروں گا یا مجھ سے دعاء کرو میں قبول کروں گا مجھے پکارو میں جواب دوں گا یا مجھ سے بھیک مانگو میں عطا کروں گا بہر حال دعاء کرنی ہے اور رب سے ہر چھوٹی بڑی چیز مانگنا بھی عبادت ہے۔ (نور العرفان ۷۴۲)

نوٹ: اس آیت کریمہ اور مفتی بریلوی کی تفسیر سے واضح ہوا کہ پکارنے سے مراد پکارنا ہی ہے، اور اس خاص قسم کے پکارنے کو اسی آیت میں عبادت کہا گیا ہے، حتیٰ کہ حکیم البریلویت مفتی احمد یار نے بھی صاف لکھا کہ رب سے ہر چھوٹی بڑی چیز مانگنا بھی عبادت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایک قسم کا مانگنا ایسا ہے جو عبادت ہے اور وہ مافوق الاسباب معاملات میں کسی کو غیبی طاقت کا مالک سمجھ کر غیبی مدد کے لیے پکارنا، تو مفسرین حضرات بھی اس قسم کے پکارنے کو پوجنے سے تعبیر کرتے ہیں۔

خلاصہ:

ان آیات سے حکیم البریلویت مفتی احمد یار خان کا مصنوعی اصول پارہ پارہ ہو گیا جو اس نے اس طرح بنایا تھا کہ قرآن مجید میں غیر اللہ کو پکارنے کی جو ممانعت کی گئی ہے، اس سے مراد غیر اللہ کو پوجنا ہے۔ اب جو کوئی کہے کہ غیر اللہ کو پکارنا منع ہے وہ تحریف کرتا ہے، (جاء الحق ص14)

حالانکہ مذکورہ بالا آیات میں پکارنے سے مراد پکارنا ہی ہے، اور اس پکار کو کبھی پانی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر پکارنے سے تشبیہ دی گئی ہے اور کبھی "لَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا۔" (یعنی وہ تمہاری تکلیف کو دور کرنے کا اختیار نہیں رکھتے) کہہ کر اس پکارنے والے کی پکار کو فضول قرار دیا گیا ہے اور کبھی ایسے شخص کو کہ جب صرف اللہ کو پکارا جائے تو وہ نہ مانے اور جب اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے تو مانے اس کو ہمیشہ جہنمی کہا گیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ جس طرح غیر اللہ کی عبادت کرنا حرام ہے۔ اس طرح غیر اللہ کو مافوق الاسباب معاملات میں تصرف کرنے والا اور غیبی مددگار سمجھ کر پکارنا بھی حرام ہے، کیونکہ اس

[Website: DifaAhleSunnat.com]

قسم کا پکارنا بھی پوجنا ہے۔ اس لیے بعض مفسرین حضرات نے اس قسم کے پکارنے کو پوجنے سے تعبیر کیا ہے، لہذا مخلوق میں سے کسی کو بھی اس خاص طریقے سے پکارنے والا مشرک بن جائے گا۔

اب ہم مفتی احمد یار کی کتاب "جاء الحق" کی دلیلوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

نوٹ: جاء الحق ص 175 (طبع جدید) مصنف نے اگرچہ اس موضوع کو مسئلہ علم غیب، حاضر وناظر، اور بشریت رسول کے بعد ذکر کیا ہے۔ لیکن اس نے ابتداء ہی میں ایک غلط اصول لکھا ہے اور اس کا جواب ہم نے قرآن مجید کی چند آیات سے دیا ہے کہ غیر اللہ کو صرف پوجنا حرام نہیں بلکہ ایک قسم کا پکارنا بھی حرام ہے جس پکارنے کو بعض مفسرین حضرات بھی پوجنے سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب ہم یہی مناسب سمجھتے ہیں کہ مصنف کا غیر اللہ سے مدد مانگنے کی بحث کو بھی ساتھ ہی ذکر کرکے اس کے غلط نظریہ کو قرآن مجید کے محکم آیات سے غلط ثابت کریں تاکہ ایک ہی موضوع ایک ہی جگہ مکمل ہو جائے۔

انبیاء واولیاء سے مدد مانگنے کے متعلق ایک ضابطہ

اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے ایک ضابطہ اور اصول سمجھنا بھی ضروری ہے سب سے پہلے حاجات اور ضروریات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حاجات اور ضروریات دو قسم پر ہیں (1) ظاہری، ماتحت الاسباب، (2) غیبی، یا مافوق الاسباب۔ اس بات کو سمجھنے کے بعد یہ بات سمجھنا آسان ہو جائے گا کہ استعانت (مدد طلب کرنا) بھی دو قسم پر ہے ایک ماتحت الاسباب یعنی وہ استعانت جو ظاہری اسباب کے ماتحت ہو یعنی ان معاملات میں مدد طلب کرنا جن میں بندوں کو بظاہر دسترس ہو سکتی ہو۔

مثلاً: بھوکے کو کھانا کھلانا، اور پیاسے کو پانی پلانا، بیمار کو ڈاکٹر تک لے جانا، یا اس کی مالی مدد کرنا، کسی مسکین کو قرضہ کے طور پر یا اللہ خاطر کوئی چیز یا پیسے وغیرہ دینا، یا کسی مقروض کو قرض معاف کرنا، جہاد میں مجاہدین کی مالی یا سامان سے مدد کرنا، کسی تبلیغی کام یا مسجد ومدرسہ بنانے میں ایک دوسرے کی مالی مدد کرنا، یا کسی مظلوم کو ظالم کے ظلم سے بچانے کے لیے کوشش کرنا وغیرہ، ان تمام معاملات میں ایک انسان دوسرے انسان سے مدد طلب کر سکتا ہے، اور ایک انسان دوسرے انسان کی اپنی وسعت وطاقت کے مطابق مدد کر سکتا ہے ایسے ماتحت الاسباب معاملات میں ایک دوسرے کی نیکی کے کاموں میں مدد کرنے کا خود اللہ تعالی نے حکم فرمایا ہے، "وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ" (المائدہ آیت 2) نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ استعانت کی ایک قسم ایسی ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے استعانت یعنی مدد طلب کر سکتا ہے اور اس قسم کی مدد مخلوق سے مانگنا جائز اور مباح ہے۔ نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا خود اللہ تعالی نے حکم دیا ہے، لیکن ماتحت الاسباب معاملات میں مدد مانگنے کے لیے تین شرطیں ہیں۔

نمبر 1: جس سے مدد مانگی جائے وہ زندہ ہو۔

نمبر 2: وہ موجود ہو تاکہ رابطہ قائم رہے اگرچہ موبائل فون کے ذریعے سے ہی کیوں نہ ہو۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نمبر3: جس قسم کی اس سے مدد مانگی جائے اس قسم کی مدد کرنے کی اسی وقت وہ طاقت بھی رکھتا ہو مثلا بھوکے کو کھانا وہی کھلا سکتا ہے جس کے پاس کھانہ ہو، اور پیاسے کو پانی وہی پلا سکتا ہے جس کے پاس پانی ہو اور کسی کی مالی مدد وہی کر سکتا ہو جس کے پاس مالی مدد کرنے کی طاقت ہو وغیرہ۔

استعانت کی دوسری قسم مافوق الاسباب

یعنی جو مدد ظاہری اسباب سے بالاتر ہو اور کسی بھی بندے کی اس تک رسائی نہ ہو سکتی ہو مثلا بغیر کسی سبب کے ہر چیز اس کا حکم مانے جیسا کہ حکم سے برسات برسانا، سبزہ اگانا، کسی کو زندہ رکھنا، زندہ کو مارنا، حکم سے مردہ کو زندہ کرنا، صاحب اولاد بنانا، بے اولاد رکھنا، حکم سے بیمار کو شفا دینا، غیب سے رزق میں برکت دینا، تنگ دست کرنا، کشتی پار لگانا، یا کشتی کو ڈوبا دینا، قسمت کو سنوارنا، غیب سے کسی کو پریشانی میں مبتلا کرنا، یا پریشان حال کو تسکین و آرام دینا، مشکلات میں ڈالنا یا مشکل آسان کرنا، اور اس طرح زمین، آسمان، ہوا، آگ، پانی پہاڑ، پرندے، درندے، انسان، جنات، فرشتے، چاند، سورج، ستارے، وغیرہ۔ یعنی جس ذات کا ان تمام چیزوں پر حکم چل سکتا ہے جب بھی ان چیزوں سے کسی کو نفع دینا چاہے تو ہر چیز اس کا حکم مانے اور اس بندے کو ان چیزوں سے نفع حاصل ہو جائے اور اسی طرح جب کسی کو انہی چیزوں سے نقصان پہنچانا چاہے تو یہ تمام چیزیں اس کا حکم مان لیں اور انہی چیزوں سے اس بندے کا نقصان ہو جائے مثلا موسی علیہ السلام کو نجات دینے کے لیے اللہ تعالی نے پانی پر حکم چلایا اور اللہ کے حکم سے پانی رک گیا اور موسی علیہ السلام کی قوم کے لیے بارہ راستے بن گئے موسی علیہ السلام اپنی قوم سمیت دریا سے پار ہوئے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے پانی پر غیبی حکم چلا کر موسی علیہ السلام اور ان کی قوم کو نفع پہنچایا اور اسی طرح جب فرعون اپنے لشکر سمیت اسی راستے سے چلنے لگا تو اللہ جل شانہ نے اپنے حکم سے پانی کو چلا دیا اور پانی نے حکم مان لیا اور فرعون کو اس کی فوج سمیت غرق کر دیا معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے پانی کو حکم دے کر فرعون کو غرق کر دیا، اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ان تمام چیزوں پر جس کا حکم چلے اس کو مافوق الاسباب طاقت کا مالک سمجھا جاتا ہے اور مافوق الاسباب معاملات میں وہی مدد کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ جب مافوق الاسباب طاقت کی وہ ذات مالک ہو گئی تو اس ذات پر کبھی بھی کوئی مشکل، کوئی غم، کوئی پریشانی، کوئی تکلیف، کوئی صدمہ اور کوئی مجبوری آہی نہیں سکتی اور وہ ذات اللہ رب العالمین ہی کی ہے۔ اور جو ذات خود کسی مشکل مسائل، حاجت، پریشانی، تکلیف، مجبوری میں مبتلا ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ ذات مافوق الاسباب طاقت کے مالک کی محتاج ہیں۔ جب وہ چاہے تو اس کو مصائب اور مشکلات سے بچا سکتا ہے، ورنہ اس کو خود بخود مشکلات سے بچنے کی ذاتی یا عطائی طاقت نہیں ہے۔ اب اس حقیقت کو سامنے رکھ کر ہر ذی شعور سمجھ سکتا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ جل شانہ کے سوا دوسروں کو مشکل کشا، حاجت روا غیبی مدد گار فریاد رس گنج بخش، دستگیر، مختارِ کُل سمجھا ہے اگر واقعتا وہ حضرات اس طرح مافوق الاسباب طاقت ذاتی یا عطائی رکھنے والے ہوتے تو وہ بالذات خود بنفس نفیس کبھی بھی مسائل و مشکلات میں مبتلا نہ ہوتے۔ اگر کوئی دیانت دار غور سے قرآن مجید کا مطالعہ کرے تو اس کو صاف نظر آئے گا کہ ہر نبی یا رسول پر بھی کبھی کبھی ایسی تکلیفیں آئیں اور ایسی پریشانیوں نے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ان کو گھیر لیا کہ وہ حضرات بار بار اللہ کو پکارنے لگے اور ان تکالیف پر صبر کرنے لگے حتی کہ آہ و فریاد کر کے کہنے لگے متی نصر اللہ یعنی اللہ تعالی کی مدد کب آئے گی ادھر سے جواب آیا" اَلَآ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ" گھبراؤ مت اللہ تعالی کی نصرت قریب ہے۔(البقرہ ۲۲۴)

اسے معلوم ہوا کہ کچھ معاملات ایسے ہیں جو ظاہری سبب سے بالاتر ہیں اور ایسے معاملات میں مددگار بھی وہی ہو سکتا ہے جو مافوق الاسباب طاقت کا مالک ہو، قرآن کی آیات سے اور انبیاء کرام علیہ السلام کے واقعات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مافوق الاسباب معاملات میں اللہ تعالی کے سوا کوئی بھی مشکل کشا حاجت روا اور مددگار نہیں ہے اور ایسے معاملات میں خود انبیاء علیہ السلام بھی اللہ سے غیبی مدد مانگتے تھے، اگر ان کو مافوق الاسباب معاملات کو حل کرنے کی ذاتی یا عطائی طاقت ہوتی تو کم از کم اس عطائی طاقت سے اپنے ہی مشکلات و مصائب کو دفع کرتے، اور پریشان ہونے کی صورت پیدا نہ ہوتی، لیکن واقعات بتارہے ہیں کہ ان حضرات کو ذاتی یا عطائی طاقت نہیں تھی پریشانی اور تکالیف میں مبتلا ہوتے تھے، پھر جب اللہ چاہتا تھا تب ان کی مدد ہوتی تھی۔
اس تمہید کے سمجھنے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ مفتی احمد یار خان بریلوی نے جو اولیاء اللہ انبیاء سے مدد مانگنے کا عنوان قائم کیا ہے اس سے کس قسم کی مدد ثابت کرے گا اگر ماتحت الاسباب معاملات میں ظاہری مدد کو ثابت کرتا ہے، تو اس قسم کی مدد زندہ و موجود کی طرف سے ماتحت الاسباب کے طور پر اپنی طاقت کے مطابق مدد کرنے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے، باقی مافوق الاسباب معاملات میں انبیاء و اولیاء سے غیبی مدد مانگنا جائز نہیں، اس قسم کی مدد مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا اور غیر اللہ سے مدد مانگنے والا مشرک بن جائے گا اگر مفتی بریلوی نے اس قسم کی غیبی مدد کو غیر اللہ سے مانگنے کو قرآن مجید سے یا متواتر احادیث سے ثابت کیا تو ہم انشاء اللہ تعالی ماننے کے لیے تیار ہیں، اور ایک بات کو یاد رکھنا ضروری ہے کہ معجزات یا کرامات یا خواب یا کسی شاعر کے شعر (جب تک وہ خود اس شعر کی وضاحت نہ کرے) سے عقیدہ ثابت نہیں ہو گا۔

کتاب جاء الحق کے دلائل اور انکی حقیقت

عبارت: اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مدد مانگنا جائز ہے جب کہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تعالی کی ہی ہے یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمان کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ جاہل بھی کسی ولی کو خدا نہیں سمجھتا۔

دلیل(1)

"وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ۔(سورۃ بقرہ آیت ۲۳)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا اپنے سارے حمایتوں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔
اس آیت میں کفار کو دعوت دی گئی ہے کہ قرآن کی مثل ایک سورت بنا کر لے آؤ اور اپنے امداد کے لیے اپنے حمایتیوں کو بلاؤ۔۔۔۔۔۔۔ غیر اللہ کی مدد لینے کی اجازت دی گئی ۔(جاء الحق ص 175 طبع جدید)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

الجواب بعون اللہ الوہاب:

سب سے پہلے عنوان کی طرف نظر کریں مصنف نے عنوان قائم کیا ہے، اولیاء اللہ اور انبیاء سے مدد مانگنا جائز ہے، لیکن حکیم البریلویت نے ابتداء ہی میں ایسی آیت پیش کی جس میں اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مدد مانگنے کا کوئی اشارہ تک نہیں اسی سے ہی مصنف کی کم فہمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کیونکہ اس نے خود لکھا ہے کہ اس آیت میں کفار کو دعوت دی گئی ہے کہ قرآن کی ایک سورت بنانے کے لیے اپنے حمایتیوں کو بلالو تو ظاہر ہے کہ قرآن کا مقابلہ کرنے کے لیے اگر وہ کسی کو پکاریں گے تو وہ بھی قرآن اور مصطفی کریم ﷺ کا منکر ہی ہوگا، لہٰذا جو قرآن اور مصطفی کریم ﷺ کا منکر ہو وہ کبھی بھی اولیاء اللہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ خود مفتی بریلوی نے کنز الایمان کے حاشیہ پر اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان حمایتیوں سے مراد بت اور بت پرستوں کے حمایتی اور علمائے یہود اور عیسائیوں کے پادری ہیں۔(نور العرفان ص6)

دیکھو مصنف نے اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مدد مانگنے کے جائز ہونے کے لیے بت پرست اور علماء یہود اور عیسائیوں کے پادریوں سے مدد مانگنے والی دلیل پیش کی لیکن وہ بھی غلط در غلط، کیونکہ اس آیت کریمہ میں جس مدد کے لیے پکارنے کا ذکر ہے وہ ماتحت الاسباب معاملات میں مدد ہے۔کیونکہ قرآن جیسی سورت بنانے کے لیے اگر وہ کوشش بھی کرتے تو اپنے شعراء یا یہود کے علماء یا عیسائیوں کے پادریوں میں سے زندہ لوگوں کو جمع کرتے نہ کہ غیبی مدد کے لیے کسی کو پکارتے اور اسی طرح ماتحت الاسباب معاملات میں جائز کاموں میں مدد کے لیے کسی کو پکارنا شرعاً جائز ہے۔اس میں کسی کا اختلاف ہی نہیں، باقی قرآن کے مقابلے میں مصنوعی قرآن بنانا یہ خود ناجائز اور حرام ہے۔تو ظاہر ہے کہ اس آیت میں غیر اللہ سے مدد مانگنے کو جائز کرنے کے لیے نہیں کہا گیا کہ اپنے حمایتیوں کو بلاؤ، بلکہ ان کی عاجزی اور بے بسی کو ظاہر کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔کہ اللہ کے سوا جن کو بھی بلاسکتے ہو ان سب کو جمع کر کے اس قرآن جیسی کوئی ایک سورت بنا کر لاؤ۔لیکن " فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا " اگر اس طرح نہ کر سکو اور ہر گز نہیں کر سکو گے، تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر بنیں گے۔یعنی کفار کے شک کو دفع کیا گیا ہے، کہ ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر جو نازل کیا ہے، اگر اس کے "منزّل من اللہ" ہونے میں آپ کو شک ہے۔اور تم یہ سمجھتے ہو کہ محمد ﷺ یہ باتیں خود بنا کر اللہ تعالی کی طرف منسوب کرتا ہے۔تو اگر تم اس بات میں سچے ہو تو تم بھی ایسی کوئی ایک سورت بنا کر لاؤ، لیکن صرف تم ہی نہیں بلکہ اللہ کے سوا جن کو بھی بلاسکتے ہو ان کو بلا کر ایک سورت ہی بنا کر دکھاؤ اور ساتھ ہی غیرت دلانے کے لیے یہ بھی فرمایا کہ نہیں بنا سکو گے ہر گز نہیں کر سکو گے، لہٰذا آگ کے عذاب سے بچنے کے لیے اس قرآن کو ماننا ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔اس قرآن کے مقابلے میں کوئی ایک سورت بنانے کے لیے کسی کو پکار کر جمع کرنا بے سود ہے۔اس میں تو ماتحت الاسباب مدد کے لیے بھی غیر اللہ کے پکارنے کو بے سود ثابت کیا گیا ہے کہ اگر تم سارے منکر اور دوسروں کو بلا کر بھی کوئی ایک

سورت نہیں بنا سکو گے تو تمہارا غیر اللہ کو پکارنا فضول ہوگا۔اس آیت کریمہ میں انبیاء و اولیاء کو غیبی مدد کے لیے پکارنے کا کوئی اشارہ بھی نہیں ہے، بلکہ قرآن کے مقابلے میں ایک سورت بنانے کے لیے جو ظاہری مدد کے لیے غیر اللہ کو پکارنے کی دعوت دی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

گئی ہے وہ بھی ان کی عاجزی اور بے بسی کو واضح کرنے کے لیے، لیکن مفتی بریلوی اس قسم کی آیت سے بھی انبیاء و اولیاء سے غیبی مدد مانگنے کی دلیل سمجھ رہا ہے، تو ایسی کم فہمی اور کج فہمی کو ضد کے علاوہ کیا کہا جائے۔

دلیل نمبر2:

قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ (الصف آیت ۱۴)

ترجمہ: فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے خطاب فرمایا کہ میرا مددگار کون ہے؟۔یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے غیر اللہ سے مدد طلب کی۔(جاء الحق ص175 طبع جدید)

اور اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نے کنز الایمان کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ مصیبت کے وقت اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا سنت انبیاء ہے یہ شرک نہیں، اور "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کے بھی خلاف نہیں، اور عیسائیوں کو نصاری اس واسطے بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے مورثوں (بڑوں) نے کہا تھا "نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ" جیسے کہ ہمارے حضور کے مددگار صحابہ کا نام انصار ہوا، اگر غیر اللہ سے مدد لینا حرام ہوتا تو یہ دونوں نام (نصاریٰ اور انصار) شرک ہو جاتے۔(نور العرفان ص866)

الجواب بعون الوہاب:

اس آیت کریمہ میں شرکیہ مدد یعنی غیر اللہ کو مافوق الاسباب طاقت کا مالک سمجھ کر غیبی مدد کے لیے پکارنے کا اشارہ تک نہیں ہے۔اس آیت میں تو حضرت عیسی علیہ السلام کا اپنی قوم کو اللہ تعالی کے دین کی طرف دعوت دینے کا ذکر ہے، کہ تم میں سے اس دین کے کام میں میرا ساتھ دینے والا کون ہے، جو اللہ کے دین کے اشاعت کے لیے اپنی جان اور مال سے میرا معاون اور مددگار بنے، تو سب سے پہلے 12 مخلصین اشخاص تھے۔جنہوں نے "نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ" کہہ کر اللہ تعالی کے دین کی اشاعت کے لیے وعدہ کیا کہ ہم جان اور مال کے ساتھ اللہ تعالی کے دین کی خدمت کرنے کے لیے تیار ہیں۔خود اسی آیت کے شروع میں اللہ تعالی نے ایمان والوں سے فرمایا۔ کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰہِ کَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ۔یعنی اے ایمان والو تم بھی اس طرح اللہ تعالی کے دین کی اشاعت کے لیے (میرے رسول ﷺ کا جان اور مال سے ساتھ دے دو) جس طرح عیسی ابن مریم علیہ السلام نے دین کی اشاعت کے لیے اپنی قوم کو حکم دیا تھا اور اس کے حکم پر اس کے حواری دین کے کام میں اس کے ساتھی بنے تھے، اور اسی آیت کے پہلے حصے کی تفسیر میں مفتی احمد یار نے لکھا ہے۔(کہ ایمان والوں کو اللہ تعالی کا حکم ہے۔) کہ حضور کی حیات شریف میں حضور کے ساتھ ہو کر جہاد کرو اور حضور کے بعد خلفائے راشدین کے ساتھ رہو دین پھیلاؤ ایسے ہی قیامت تک مجاہد رہو۔(نور العرفان / ص866)

یعنی جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اعلان پر ان کے حواریوں نے کہا تھا کہ ہم اللہ تعالی کے دین پر جانی اور مالی قربانی دینے

کے لیے تیار ہیں۔اسی طرح تم بھی میرے رسول ﷺ کے ساتھ ہو کر دین پر جانی ومالی قربانی دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔
اس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی مدد ماتحت الاسباب معاملات سے تعلق رکھتی ہے، اور ماتحت الاسباب معاملات میں کسی زندہ، موجود اور اس کام کے کرنے کی طاقت رکھنے والے سے ظاہری مدد طلب کرنا جائز ہے۔اور نیکی اور ثواب کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا آیت " وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ "(المائدہ/۲) میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے، اگر کوئی زندہ ہو اور موجود بھی ہو، لیکن ظاہری مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تب بھی مدد کرنے کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا اور جو خود معذور اور مجبور ہو تو مدد کرنے کی اس پر کوئی ملامت بھی نہیں ہو گی۔

کما قال اللہ تعالی "لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ "(سورۃ فتح آیت 17)

ترجمہ: کسی اندھے پر تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر مواخذہ ہے۔اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے لیے جہاد میں شریک نہ ہونے والے معذورین کا ذکر ہے، کہ جو لوگ جہاد کی طاقت نہیں رکھتے ان پر کوئی ملامت نہیں بہرحال اس قسم کی مدد کو کوئی بھی شرکیہ مدد نہیں کہتا۔اور نہ ہی "اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" کے خلاف ہے، باقی شرکیہ استعانت وہ ہے جو ما فوق الاسباب معاملات میں کسی کو کوئی غیبی مددگار سمجھ کر اس کو ہر چیز کے دیکھنے والا، ہر حال کو جاننے والا، ہر مشکل کو حل کرنے کی ذاتی یا عطائی طاقت رکھنے والا سمجھ کر اس کو پکارا جائے تو اس قسم کی مخلوق سے مدد مانگنا شرکیہ استعانت ہونے کی وجہ سے وایاک نستعین کے خلاف ہے۔اور ایک بات اور بھی قابل غور ہے کہ مفتی بریلوی نے عنوان قائم کیا ہے، اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مدد مانگنے کے جواز کا، اور آیت پیش کی ہے ایک رسول کی اپنی امت سے دین کے بارے میں مدد طلب کرنے کی۔
(یہ بھی کوئی عقل ہے؟)

دلیل نمبر3:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدہ آیت 2)

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہوں اور ظلم کے معاملات میں ایک دوسرے کی معاونت اور مدد نہ کرو۔
اس آیت میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم ہے۔(جاء الحق ص ۱۷۲۔ اختلاف طباعت ص ۱۹۳)

الجواب بعون الوہاب:

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اس آیت کریمہ میں بھی دنیاوی زندگی میں زندہ لوگوں کو ایک دوسرے سے اچھے کاموں میں مدد کرنے کا حکم ہے مثلاً بھوکے کو کھانا کھلانا، پیاسے کو پانی پلانا، بیمار کو ڈاکٹر تک لے جانا، مسجد بنانا، مدرسہ بنانا، کفار سے جہاد کرنا، اور مسافر محتاج یتیم مسکین کی مالی مدد کرنا وغیرہ۔

اور اس قسم کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے، اور ایسے لوگوں کو آخرت میں ثواب عطا فرمائے گا، اور ظلم یا گناہ مثلاً چوری، ڈاکہ، ناحق قتل، غیبت، موسیقی، شراب، جوا، شرک، کفر، وغیرہ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے، اگر کوئی گناہ کے کاموں میں کسی کی مدد کرے گا تو وہ عند اللہ سزا کا مستحق ہوگا، اس قسم کی مدد کا ماتحت الاسباب اور ظاہری استعانت سے تعلق ہے، نہ کہ غیبی مدد سے، لہذا آیت کریمہ اپنے مفہوم میں واضح ہے اس آیت سے بھی مشرکین کا مافوق الاسباب معاملات میں غیبی مدد مانگنے کا جواز ثابت نہیں ہوا، اور ایک بات اور بھی قابل غور ہے کہ مفتی بریلوی نے عنوان قائم کیا ہے اولیاء اللہ اور انبیاء سے مدد مانگنے کا اور آیت پیش کی ہے ایک دوسرے کی اچھے کاموں میں مدد کرنے کی اور گناہوں کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرنے کی، لیکن وہ بھی صرف ماتحت الاسباب کاموں میں لہذا اب بریلویت کا شرکیہ عقیدہ اس آیت سے بھی ثابت نہیں ہوا۔

دلیل نمبر4:

اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ وَیُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ۔(سورۃ محمد آیت 7)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔

اس میں خود رب تعالیٰ نے جو کہ خود غنی ہے اپنے بندوں سے مدد طلب فرمائی۔(1 جاء الحق ص ۱۷۲)

اور اس آیت کی تفسیر میں کنزالایمان کے حاشیہ پر اسی مفتی نے یوں لکھا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ اللہ کے بندوں کی مدد لینا شرک نہیں جب کہ رب غنی ہو کر اپنے بندوں سے مدد مانگ رہا ہے، تو بندہ استمداد سے کیسے بے پرواہ ہو سکتا ہے۔ اللہ کی مدد سے مراد اللہ کے رسول اور اس کے دین کی مدد ہے، اور رب کا مدد فرمانا مسلمانوں کو کامیابی دینا، انہیں درجہ بخشنا ہے، معلوم ہوا کہ جہاد صرف دینی خدمت کے لیے چاہیے اور "وَیُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ" سے مراد ہے۔ جہاد کفار میں اور مناظرہ میں اور پل صراط پر۔ قدم جمادینا۔(نور العرفان ص ۶۰۹ سورۃ محمد آیت /۷ کی تفسیر میں)

الجواب بعون اللہ الوہاب:

دین کی ادنیٰ سمجھ رکھنے والا مسلمان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس سے مراد ماتحت الاسباب معاملات میں اپنے وسعت کے مطابق جان اور مال سے اللہ کے دین کی خدمت کرنی ہے جیسا کہ اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مفہوم اس طرح ہے کہ کافر باطل کے پیروکار ہوئے، اور ایمان والوں نے حق کی پیروی کی تو جب کفار سے سامنا ہو، تو ان کے گردنیں مارنا ہے، اور انہیں

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مضبوط باندھ کر خوب قتل کرلو (لڑائی کے بعد) چاہیے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے، فدیہ لے لو۔ بڑی بات ہے اگر اللہ تعالی چاہتا تو آپ ہی ان سے بدلہ لے لیتے، لیکن وہ تمہاری آزمائش کرتا ہے، جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے اللہ ہر گز ان کے اعمال ضائع نہیں فرمائے گا، انہیں جنت میں لے جائے گا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان سے جتنا ہو سکے اللہ تعالی کے دین کے غلبے کے لیے اپنی وسعت کے مطابق وقت، مال حتیٰ کہ جان دینے کی ضرورت پڑے تو جان دینے کے لیے بھی تیار ہو جائے، اگر اللہ تعالی کے دین پر جان لگ گئی تو اس میں بھی کوئی خسارہ نہیں بلکہ اللہ تعالی اس کو جنت میں داخل کر کے ہمیشہ کے لیے کامیاب بنائے گا۔

اور اس آیت کی تفسیر میں علامہ غلام رسول سعید بریلوی دار العلوم نعیمیہ کراچی کے شیخ الحدیث نے لکھا ہے، کہ اللہ تعالی کی مدد کرنے کے یہ طریقے ہیں۔

نمبر 1: اللہ تعالی کے دین کی تبلیغ اور اس کی اشاعت میں سعی اور جدّوجہد کی جائے اور اسلام کے پھیلانے کی کوشش کی جائے، انسان خود بھی اللہ کے احکام پر عمل کرے اور جو لوگ اس کے ماتحت ہوں ان سے بھی اللہ کے احکام پر عمل کروائے۔

نمبر 2: اللہ کے نیک بندوں علمائے دین اور مبلغین اور اولیاء اللہ یعنی اللہ والوں کی مدد کرے اور ان کے نیک مقاصد کی تکمیل میں ان کے ساتھ تعاون کرے۔

نمبر 3: شیطان اللہ کا دشمن ہے، وہ کفر کو پھیلانے اور فسق و فجور کو عام کرنے میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالی کفر کو مٹانا اور کفار کو ہلاک کرنا چاہتا ہے، سو جو مسلمان اللہ کی مدد کرنا چاہے، وہ اللہ تعالی کے اس مطلوب کی تکمیل میں اپنی توانائیاں صرف کریں۔

(تبیان القران ج ۱۱ ص ۱۳۹)

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی کے دین کی خاطر اپنی وسعت کے مطابق قربانی دینے والا گویا کہ اللہ کی مدد کر رہا ہے اور اس میں خود مؤمن کی اپنی کامیابی ہے، ورنہ اللہ تعالی کو مؤمن کی مدد کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر والے آیات میں فرمایا: وَلَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ......

یعنی اگر اللہ چاہتا تو آپ ہی ان سے بدلہ لیتا (کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے) لیکن وہ تمہیں آزماتا ہے، تاکہ جو اللہ کے دین کی خاطر لڑے اس کو اللہ تعالی ثواب عطا فرمائے (جو شیطان کی طرف سے لڑے اس کو عذاب کرے)

نتیجہ:

اس آیت میں اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مافوق الاسباب معاملات میں غیبی مدد مانگنے کا کوئی ثبوت نہیں، مفتی بریلوی کی سینہ زوری تو دیکھو کہ عنوان قائم کیا ہے "اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مدد مانگنے کا" جو اس کا عقیدہ ہے۔ اور اس کو ثابت کرنے کے لیے آیت پیش کی ہے اللہ کے دین کی مدد کرنے کی، یہ جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

اور اس کے علاوہ، ایک بات کا سمجھانا ضروری ہے کہ کسی نبی کے معجزہ اور کسی ولی کی کرامت سے اس نبی یا اس ولی کی طاقت کا عقیدہ ثابت نہیں کیا جائے گا، کیونکہ معجزہ اور کرامت میں فعل کا فاعل صرف اللہ تعالی ہوتا ہے کسی معجزہ کو خارق عادت کے طور

[Website: DifaAhleSunnat.com]

پر اللہ تعالی کسی نبی کے ہاتھ پر اس لیے ظاہر فرماتا ہے کہ اس نبی کی اللہ کے ہاں جو مقبولیت ہے عوام الناس کے سامنے اس کا اظہار ہو۔اسی طرح کرامت کو خارق العادت کے طور پر اللہ تعالی کسی ولی کے ہاتھ پر اس لیے ظاہر فرماتا ہے کہ اس ولی کی جو اللہ کے ہاں محبوبیت ہے، عوام الناس کے سامنے ظاہر ہو،اس لیے کسی معجزے یا کرامت سے صاحبِ معجزہ یا صاحبِ کرامت کی طاقت کا عقیدہ نہیں رکھا جائے گا، کیونکہ معجزہ اور کرامت میں طاقت صرف اللہ تعالی کی ہوتی ہے کسی نبی یا ولی کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

دلیل نمبر5:

رب تعالی نے میثاق کے دن ارواح انبیاء سے حضور ﷺ کے بارے میں عہد لیا "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ"

ترجمہ: کہ تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔(آل عمران آیت 81)

معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کی مدد کا میثاق کے دن سے حکم ہے۔(جاء الحق ص174)

اور کنزالایمان کے حاشیہ پر اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار نے لکھا ہے کہ صالحین بعد وفات بھی مدد کرتے ہیں۔کیونکہ انبیا سے دین محمدی کی مدد کا عہد لیا گیا ہے، حالانکہ رب جانتا تھا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں یہ حضرات وفات کر چکے ہوں گے اور حضرت موسی علیہ السلام نے مدد کی وہ اس طرح کے شب معراج 50 نمازوں کی پانچ نمازیں کروادیں، اسی طرح اب بھی حضور ﷺ کی مدد اپنی امت پر برابر جاری ہے، اگر ان کی، مدد نہ ہو تو ہم کوئی نیکی نہیں کر سکتے۔(نورالعرفان ص73)

الجواب بعون الوہاب:

اس آیت کی تفسیر میں علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا ہے۔ہم اس کو لفظ بلفظ نقل کرتے ہیں۔

لکھتا ہے کہ اس سورت کے شروع سے اب تک (اس آیت تک) جتنی آیات ذکر کی گئی ہیں ان میں اہل کتاب کی تحریفات اور خیانتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔انہوں نے اللہ کی کتاب میں تحریف کی، اور ان کی کتابوں میں سیدنا محمد ﷺ کے جو اوصاف ذکر کیے گئے تھے ان کو چھپایا اور ان کو تبدیل کر دیا اور اس سے مقصود یہ تھا کہ ان کو اس تحریف و خیانت سے منع کیا جائے اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے پر برانگیختہ کیا جائے۔زیر تفسیر آیت میں بھی اس مقصود کی تاکید کی گئی ہے، اور یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسی علیہ السلام تک تمام انبیاء سے عالم ارواح میں یا بعثت کے بعد بذریعہ وحی سے یہ میثاق اور پختہ عہد لیا تھا کہ ہر نبی سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائے گا اور آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرے گا۔

مہمات (اغراض و مقاصد) میں آپ کی نصرت اور مدد کرے گا اللہ تعالی نے یہ عہد لینے کے بعد اس کی تاکید کے لیے ان سے صراحتا اقرار کرایا پھر اس کی مزید تاکید کے لیے فرمایا! تم سب اس پر گواہ رہنا اور میں بھی گواہوں میں سے ہوں۔۔۔۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310 ہجری روایت کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے اس میثاق کو انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں سے لیا یعنی جب ان کی قوم کے پاس سیدنا محمد ﷺ آجائیں تو وہ آپ کی تصدیق کریں اور آپ کی نبوت کا اقرار کریں۔

قتادہ، نے اس کی تفسیر میں کہا کہ اللہ تعالی نے نبیوں سے یہ عہد لیا کہ بعض نبی بعض دوسرے نبیوں کی تصدیق کرے اور اللہ کی کتاب اور اس کے پیغام کی تبلیغ کریں پھر انبیاء نے اللہ کی کتاب اور اس کے پیغام کی تبلیغ کی اور اپنی امتوں سے پختہ عہد لیا کے وہ محمد ﷺ پر ایمان لائیں گے اور ان کی تصدیق کریں گے اور ان کی نصرت کریں گے لیکن راجح قول یہ ہے کہ اللہ تعالی نے نبیوں سے عالم ارواح میں یا بذریعہ وحی یہ عہد لیا کہ ان کے زمانے میں اگر حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوگئے تو وہ آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے، اور آپ ﷺ کی نصرت کریں گے۔

امام ابن جریر طبری روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالی عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر بعد تک جس نبی کو بھی بھیجا اس سے عہد لیا کہ اگر اس کی حیات میں محمد ﷺ مبعوث ہوئے تو وہ ضرور بالضرور ان پر ایمان لائے گا اور ضرور ان کی مدد کرے گا اور پھر وہ نبی اللہ کے حکم سے اپنی قوم سے عہد لیتا تھا۔

سدّی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم سے لے کر عیسی علیہ السلام تک جس نبی کو بھی بھیجا اس سے یہ میثاق لیا کہ وہ سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائے گا اور ان کی نصرت کرے گا بشرطیکہ اس وقت زندہ ہو ورنہ وہ اپنی امت سے یہ عہد لیتا تھا۔ کہ اگر ان کی زندگی میں وہ (حضرت محمد ﷺ) مبعوث ہو جائیں تو وہ ان پر ایمان لائیں ان کی تصدیق کریں اور ان کی نصرت کریں۔

(بحوالہ جامع ص ۲۳۶ تا ص ۲۳۹)

اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسی علیہ السلام تک تمام نبیوں نے جس دین کو پیش کیا اور اللہ کی طرف سے جو پیغام سنایا، سیدنا محمد ﷺ اور قرآن مجید نے اس کی تصدیق کی، اس لیے تمام نبیوں اور ان کی امتوں پر یہ واجب تھا کہ اگر آپ ﷺ ان کی حیات میں مبعوث ہوتے تو وہ آپ کی تصدیق کرتے آپ پر ایمان لاتے آپ کی نصرت کرتے۔

"لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہ السلام سیدنا محمد ﷺ کی تقدیراً امت ہیں۔ اور ہم آپ کی تحقیقاً امت ہیں۔ اگر آپ ان کی حیات میں مبعوث ہوتے تو آپ پر ایمان لانا آپ ﷺ کی نصرت کرنا ان پر ضروری تھا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بالفعل ایمان لائے ہیں۔ (تبیان القرآن ص228 تا230)

علامہ غلام رسول سعیدی نے اس آیت کی تفسیر میں جو حضرت علی ابن طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین اور حضرت قتادہ حضرت سدّی کے اقوال بحوالہ ذکر کیے ہیں، اور خود بھی اس کا نتیجہ یہ نکالا ہے کہ تمام نبیوں اور ان کی امتوں پر یہ چیز واجب تھی کہ اگر آپ ﷺ ان کی حیات میں مبعوث ہوتے تو آپ ﷺ پر ایمان لانا، اور آپ ﷺ کی تصدیق و نصرت کرنا ان پر ضروری تھا، ان تمام تفسیری اقوال سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت و فضیلت کو تمام انبیاء پر

واضح کرنا مقصود تھا کیونکہ اللہ تعالی جانتا تھا کہ محمد ﷺ کو تمام انبیاء سے آخر میں بھیجنا ہے، اور اس وقت دنیا میں کوئی نبی یا رسول موجود نہیں ہوگا اور جو دنیا میں موجود ہی نہیں وہ کسی رسول یا نبی پر ایمان لانے کا نہ مکلف ہے نہ ہی "وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" کے طور پر جان اور مال سے کسی کی ماتحت الاسباب مدد کرنے کا مکلف ہے، اور نہ ہی تبلیغ و تدریس تعلیم، جہاد کرنے میں نبی کا ساتھ دینے کا مکلف ہے، لہذا اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کا تمام انبیاء سے افضل و اشرف ہونے کی دلیل ہے اور مفسرین حضرات کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ جو اوپر مذکور ہوا، اس کی حقیقت کے بعد مفتی احمد یار بریلوی کا مصنوعی عقیدہ کے صالحین بعد وفات بھی مدد کرتے ہیں، اس عقیدے کا جھوٹا ہونا واضح ہو گیا، کسی مفسر نے ایسی تفسیر نہیں کی بلکہ مفسرین حضرات نے انبیاء علیہم السلام کی حیات میں آپ ﷺ کے مبعوث ہونے کی شرط پر آپ ﷺ پر تمام انبیاء کے ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کی مشروط کیا اور مفتی بریلوی نے جاء الحق ص نمبر 14 طبع جدید ص 21 پر لکھا ہے کہ جو اجماع مفسرین کے خلاف تفسیر کرے یہ صریح کفر ہے، اور یہ کام مفتی صاحب نے خود کر کے دکھایا، لہذا اس آیت میں ماتحت الاسباب نصرت کا ذکر ہے جو دنیا میں ایمان لانے کے ساتھ مشروط ہے، اور ایمان لانے کے لیے دنیا میں موجود ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں ہے کہ ہر بعد میں آنے والا نبی پہلے نبی کی تصدیق کرے گا یعنی بعد میں آنے والا نبی پہلے نبیوں پر ایمان لائے گا، پھر اگر کوئی نبی اس وقت موجود ہو تو وہ بھی بعد میں آنے والے نبی پر ایمان لائے گا، اور اسکی ظاہری مدد کرے گا۔ اس آیتِ کریمہ کے اعتبار سے ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے وقت کوئی نبی بھی موجود نہیں تھا اس لیے ان پر رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر، نہ ایمان لانا لازم ہوا اور نہ ہی وہ حضرات آپ ﷺ کی ظاہری نصرت کے مکلف تھے۔ باقی ہمارے آقا ﷺ پر لازم تھا کے آپ ﷺ پہلے تمام انبیاء و مرسلین پر ایمان لائیں، اور واقعتاً آپ ﷺ نے انبیائے سابقین پر ایمان لایا اور اس ایمان لانے کی حقیقت کو خود اللہ تعالی نے قرآن مقدس میں بیان فرمایا، اٰمَنَ الرَّسُوْلُ،،،، الآیہ، ترجمہ: رسول نے ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالی کی جانب سے اتری اور مؤمن بھی ایمان لائے، ان سب نے اللہ تعالی اور اس کے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔

باقی اس نے جو یہ لکھا ہے کہ موسی علیہ السلام نے مدد کی کہ 50 نمازوں سے پانچ کرا دیں، اس کا جواب یہ ہے کہ معراج والی رات آپ ﷺ موسی علیہ السلام سے روبرو ملاقات ہوئی اور اس نے اپنے تجربے کے طور پر عرض کیا "وانی خبرت الناس قبلک "یعنی آپ سے پہلے میں نے نماز کے بارے میں لوگوں کو خوب آزمایا ہے،

وفی روآیت: "وانی قد بلغت بنی اسرائیل وخبرتھم "(ترجمہ) میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا ہے اور خوب خبر لی ہے (خوب آزمایا ہے، (تفسیر ابن کثیر ج/۳ص ۲۴)

اس مشورے پر رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی کے دربار میں بار بار عرض کرتے رہے، اور اللہ تعالی نے بھی آپ ﷺ کی التجاء کو قبول فرما کر پچاس نمازوں سے تخفیف کر کے پانچ نمازیں کر دیں، لیکن پھر بھی موسی علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو یہی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مشورہ دیا کہ آپ جائیں اور ان پانچ میں سے بھی کم کرادیں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے بھی کم کرانے میں میں اپنے رب سے حیا کرتا ہوں۔ یہ ہے حقیقت جس کا تعلق ماتحت الاسباب معاملات سے ہے۔ اور معراج کا قصہ ہے، جس کا دنیا کہ معاملات سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا معراج میں عالم اعلی کی طرف جانا اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے ملاقات کرنا یہ اس دنیا کی بات نہیں ہے جیسے کہ سورت انعام کی آیت 10 "لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ" کی تفسیر میں خود مفتی احمد یار نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے معراج میں انہی آنکھوں سے رب کو دیکھا اور جنت میں بھی انہی آنکھوں سے رب کو دیکھیں گے مگر یہ دیکھنا دنیا میں نہیں اس طرح (سورۃ النجم کی آیت ۱۱) کی تفسیر میں مفتی احمد یار نے لکھا ہے کہ آنکھیں دنیا میں رب کا ادراک نہیں کر سکتی وہ (معراج) دوسرا عالم تھا، جہاں حضور ﷺ نے دیکھا پھر حضور ﷺ نے نظارہ کیا ادراک نہ کیا (نور العرفان ۸۵۷) اور اس قصے میں یہ ہے کہ موسیٰؑ نے رسول ﷺ کو اپنے تجربے کے اعتبار سے صرف مشورہ دیا، باقی پچاس نمازوں سے کم کر کے صرف پانچ نمازیں باقی رکھ کر اور پانچ نمازیں پڑھنے والوں کو پچاس نمازوں کا ثواب دینے کی مہربانی و مدد، یہ سب اللہ تعالی کی طرف سے ہے۔ اس حقیقت کے بعد مفتی بریلوی کا جھوٹا عقیدہ کہ موسی علیہ السلام نے مدد کی اور اس سے دنیا میں غیر اللہ کو مافوق الاسباب معاملات میں غیبی مددگار ہونے کا دلیل بنانا سارا جھوٹ اور باطل ہو گیا۔

دلیل نمبر6:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ (سورۃ بقرہ آیت 153)

ترجمہ: اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔۔۔۔۔ اس میں مسلمانوں کو حکم خداوندی دیا گیا کہ مسلمانوں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو اور صبر بھی تو غیر اللہ ہے۔ (جاء الحق 176)

الجواب بعون الوھاب:

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے اپنی رحمت اور مدد حاصل کرنے کا ایک ذریعہ اور وسیلہ بتایا ہے، کہ جب بھی کسی مؤمن کو کوئی تکلیف یا مشکلات پہنچے تو بجائے شکوہ اور شکایت کرنے کے صبر یعنی برداشت کرتے ہوئے نماز کی طرح متوجہ ہو کر دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالی سے مدد طلب کرے۔ اور اسی حکم پر رسول اللہ ﷺ کا باقاعدہ عمل ہوتا تھا جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی کوئی تکلیف پہنچتی تھی تو آپ ﷺ نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ (مسند احمد ج /۳۸۸ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ بیروت)

اور اس طرح جب سورج گرہن یا چاند گرہن ہوتے تھے، تو آپ ﷺ نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے، اس طرح رسول اللہ ﷺ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کا اس آیت پر عمل ہوتا تھا اور ویسے بھی صبر اور نماز کوئی محسوس مبصر یا جاندار چیز نہیں ہے، کہ مصیبت میں اس کو پکارا جائے۔ اس آیت کو دلیل بنا کر غیر اللہ سے مدد مانگنے کا جواز ثابت کرنا یہ بریلویت کی ہی بے وقوفی اور جہالت ہے، ورنہ نزول آیت سے لے کر آج تک کسی مسلمان نے بھی صبر اور نماز کو کبھی نہیں پکارا، اور نہ ہی خود کسی بریلوی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نے کسی مشکل اور مصیبت میں المدد یا صبر یا المدد یا نماز کہہ کر پکارا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ سے غیر اللہ کو پکارنے کے جواز سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس کے علاوہ مفتی بریلوی کی کج فہمی کو بھی سلام کرو کہ عنوان قائم کیا ہے "اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مدد مانگنا" اور آیت پیش کرتا ہے۔ "اِسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ" یعنی نبی اور مؤمنین (اولیاء) کو حکم ہے کہ وہ صبر اور نماز سے مدد مانگیں، یہ کم فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟

دلیل نمبر 7:

فَاَعِيۡنُوۡنِىۡ بِقُوَّةٍ (الکھف / آیت / ۹۵) ترجمہ: اور میری مدد کرو قوت کے ساتھ۔

اس سے معلوم ہوا کہ بندوں سے مدد مانگنا جائز ہے "وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ" کے خلاف نہیں اللہ کے بالمقابل مددگار ڈھونڈنا شرک ہے ذوالقرنین نے اس کام یعنی دیوار آہنی بناتے وقت لوگوں سے یعنی رعایا سے مدد مانگی تھی۔ جاء الحق ص ۱۷۶، نور العرفان ص ۳۲۵

الجواب بعون الوہاب:

کوئی ادنیٰ سمجھ رکھنے والا شخص بھی اس قصے کو قرآن مقدس میں خود مطالعہ کر کے دیکھے تو وہ بھی سمجھ جائے گا کہ ذوالقرنین کا اپنی قوم سے مدد لینے کا مطلب اور مقصد ہی کیا ہے؟ اور آج کل جو اولیاء اللہ اور انبیاء کرام کو پکارا جاتا ہے، اس کا مقصد اور مطلب کیا ہے؟ قصہ دراصل یہ ہے کہ ذوالقرنین سیر کرتے ہوئے دو پہاڑوں کے درمیان ایک ایسی قوم سے ملے جو ان کی کوئی بات نہیں سمجھتے تھے، انہوں نے (اشاروں یا کسی ترجمان کے ذریعے سے) کہا کہ اے ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج کی قوم نے زمین میں فساد مچایا ہے آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنائیں ہم آپ کو کچھ مال و دولت دیتے ہیں، ذوالقرنین نے کہا کہ میرے رب نے تمہارے مال سے بہت کچھ بہتر مجھے دیا ہے۔ بس صرف تم اپنی جسمانی قوت کے مطابق دیوار بنانے میں میرے مددگار بنو یعنی سامان وغیرہ لانے اور اٹھانے میں میرا ساتھ دے دو، تو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بناتا ہوں (الکھف آیت نمبر 93 سے 96 تک) اس سے ظاہر ہے کہ یہ سارا کام ماتحت الاسباب معاملات سے تعلق رکھتا ہے، اور یہ اس طرح ہے جس طرح ہر حکمران اپنی رعایا کو کسی کام میں لگاتا ہے۔ تو اس کا مافوق الاسباب معاملات میں غیر اللہ کو غیبی مدد کے لیے پکارنے سے کوئی تعلق اور کوئی نسبت نہیں ہے، لیکن حکیم البریلویت کی سینہ زوری یا جہالت یا کم عقلی تو دیکھو کہ اس قسم کی آیات سے بھی وہ غیر اللہ کو غیبی مددگار کے لیے پکارنے کا اپنا غلط عقیدہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے، اور دوسری بات یہ کہ عنوان قائم کیا ہے اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مدد مانگنے کا اور دلیل پیش کر رہا ہے ایک بادشاہ یعنی حضرت ذوالقرنین کی اپنی رعیت کے لیے دیوار بنانے کا، کیا بریلوی انبیاء کرام کو، یا اولیاء اللہ کو دیوار بنانے کے لیے پکارتے ہیں؟ (ہرگز نہیں) اس آیت سے بھی ان کا مصنوعی عقیدہ ثابت نہیں ہوا۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

دلیل نمبر 8:

اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (سورۃ الانفال آیت نمبر 62)

ترجمہ: اے نبی رب نے آپ کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں (کی جمعیت) کے ذریعے قوت بخشی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کے بندوں سے مدد لینا ہے شرک نہیں بلکہ سنت انبیاء ہے اور یہ "ایاک نستعین" کے خلاف نہیں۔ (جاء الحق ص 176، نور العرفان ص ۲۲۲)

الجواب بعون الوہاب:

سب سے پہلے ہم پوری آیت پر غور کرتے ہیں۔

وَاِنْ یُّرِیْدُوْۤا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (سورۃ انفال آیت 62)

ترجمہ: اور اگر وہ تمہیں فریب دینا چاہیں تو بیشک اللہ تعالی تمہیں کافی ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں اپنی مدد اور مسلمانوں (کی جمعیت) کے ذریعے قوت بخشی۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے اپنے حبیب ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ کافر آپ کو دھوکہ دینا چاہیں اور (صلح کی پیشکش کریں تو آپ بھی قبول کریں۔) بس تحقیق اللہ تعالی آپ کے لیے کافی ہے۔ (یعنی ان کے دھوکے سے اللہ آپ کو بچائے گا) وہ وہی تو ہے جس نے (پہلے بھی) آپ کو اپنی غیبی مدد سے اور مؤمنین کی ظاہری نصرت سے قوت بخشی ہے۔ (انفال آیت ۶۲)

اس آیت کریمہ میں تو واضح ہے کہ اللہ ہی کی مدد آپ کو کافی ہے باقی اللہ کی مدد کے دو طریقے ہیں یا تو بغیر کسی سبب کے صرف غیب سے مدد کرتا ہے۔ اور یا تو کوئی سبب پیدا کر کے ماتحت الاسباب طریقے سے مدد کا انتظام کرتا ہے۔ اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے مدد کے دونوں طریقوں کا ذکر فرمایا، یعنی اللہ تعالی نے اپنی غیبی مدد سے بھی آپ کو اپنے دین پر چلنے اور استقامت سے اس کو پھیلانے کی قوت بخشی ہے۔ اور ظاہری مدد یعنی ماتحت الاسباب طریقے سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین جیسے جانثار اور وفادار غلاموں کی ایک جماعت دے کر آپ کو قوّت بخشی ہے۔

تو ظاہر ہے کہ اس قسم کی مدد جو مؤمنین کے ذریعے سے کی گئی ہے وہ ماتحت الاسباب مدد ہے۔ اور زندہ، موجود اور بظاہر مدد کی طاقت رکھنے والے سے اس قسم کی مدد مانگنا شریعت میں جائز ہے۔ لیکن وہ مدد بھی تب پہنچے گی جب اللہ تعالی چاہے گا۔

اس آیت میں غیر اللہ کو نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر غیبی مدد کے لیے پکارنے سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور اسی ہی آیت کی تفسیر میں خود احمد یار بریلوی نے بھی یہی لکھا ہے۔ یعنی اگر کفار فریب دینے کے لیے صلح کی پیشکش کریں تو اللہ تعالی تمہیں ان کے فریب سے بچائے گا کہ تمہیں کسی طریقے سے خبر دے گا اور اللہ اور مؤمنین کی مدد کی مثال یوں لکھی ہے کہ بدر میں اللہ کی مدد تو وہ تھی جو فرشتوں کے ذریعے آئی اور مسلمانوں کی مدد وہ تھی جو مہاجرین اور انصار کے ذریعے آئی۔ (نور العرفان ص ۲۲۲)

اس سے معلوم ہوا کہ مؤمنین کی مدد سے وہی ماتحت الاسباب مدد ہے، جو غلام اپنے آقا کے حکم پر اس کے کاموں کو پورا کر نیکی کی کوشش کرتا ہے، لیکن بدر کے موقع پر باوجود مہاجرین و انصار اور فرشتوں کے ظاہری مدد گار ہونے کے پھر بھی مافوق الاسباب یعنی غیبی مدد کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا "وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ "اللہ تعالی غالب حکمت والے کے سوا کہیں سے بھی مدد نہیں آسکتی۔ (آلعمران آیت ۱۲۶، الانفال آیت ۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ مافوق الاسباب مدد کرنے والے نہ فرشتے تھے نہ مہاجرین، نہ انصار بلکہ صرف اللہ تعالی کی ذات سے غیبی مدد ہوئی اور اس غیبی مدد سے ہی جنگ بدر میں فتح نصیب ہوئی، لہذا مخلوق میں سے کسی کو بھی مافوق الاسباب طاقت رکھنے والا سمجھ کر غیبی مدد کے لیے پکارنا "وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔۔۔ اور "وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" کے خلاف ہے۔

دلیل نمبر9:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞

ترجمہ: اے نبی (ﷺ) ! آپ کو اللہ تعالی اور آپ کے مطیع مسلمان کافی ہیں۔ (الانفال آیت ۶۴)

اس آیت کی تفسیر میں احمد یار نے جا الحق ص 176 پر کوئی وضاحت نہیں کی، لیکن نور العرفان میں اس نے لکھا ہے کہ مخلوق پر اعتماد کرنا رب پر توکل کے خلاف نہیں کیونکہ فرمایا ہے کہ تمہیں اللہ تعالی اور یہ مؤمنین کافی ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کے نیک اور محبوب بندوں کو اللہ کے ساتھ ملا کر ذکر کرنا شرک نہیں لہذا یہ کہنا جائز ہے۔ اللہ، رسول بھلا کرے کیونکہ قرآن نے فرمایا کہ اے نبی تمہیں اللہ اور یہ اتباع کرنے والے مومن کافی ہیں۔

یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان لانے پر نازل ہوئی۔ یہی عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا فرمان ہے لہذا جب یہ آیت مکی ہے۔ "مَنِ اتَّبَعَكَ" کا لفظ اللہ پر معطوف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان لانے سے مسلمانوں کی تعداد 40 ہوئی تو حضور ﷺ نے ان کے لیے بدھ کو دعاء مانگی اور آپ رضی اللہ عنہ جمعرات کو ایمان لائے۔

(نور العرفان ص769)

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت غزوہ بدر میں قبل قتال نازل ہوئی اس تقدیر پر یہ آیت مدنی ہے اور مؤمنین سے مراد انصار یا تمام مہاجرین و انصار مراد ہیں۔ (خزائن العرفان ص220)

الجواب بعون الوہاب:

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین حضرات نے دو قول نقل کیے ہیں ایک یہ کہ "مَنِ اتَّبَعَكَ" کا عطف "حَسْبُكَ" کے کاف ضمیر پر ہے، اور قریب کو چھوڑ کر بعید پر عطف کرنے کی مثال۔

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم نماز کے لیے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو، سروں پر ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو۔ (سورۃ المائدۃ - آیت 6) اس آیت کریمہ میں "وَاَرْجُلَكُمْ" کا عطف قریب کے بجائے بعید یعنی "وَاَيْدِيَكُمْ" پر کیا گیا ہے۔ اور اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ اور دوسری آیت کریمہ۔ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ
ترجمہ: تمام لوگوں کے لیے کہ اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اُس کا رسول بھی (بری الذمہ ہے) (سورۃ التوبۃ - آیت 3)
اس میں بھی "وَرَسُوْلُهٗ" کا عطف قریب یعنی مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ کے بجائے، بعید پر کیا گیا ہے، اس اعتبار سے مفسرین حضرات نے مذکورہ بالا آیت میں بھی "مَنِ اتَّبَعَكَ" کا عطف "حَسْبُكَ" کے کاف پر مانا ہے، تو اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ "اے نبی" آپ اور آپ کے تابعداروں کے لیے اللہ ہی کافی ہے، اور واقعتاً یہ معنی زیادہ مناسب بھی ہے، اور دوسری آیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے مثلاً۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ؕ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔
ترجمہ: بس اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم فرماؤ مجھے اللہ ہی کافی ہے، اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ (توبہ آیت 129) اور "اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ" ترجمہ: کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں۔ (الزمر آیت 36) (یعنی اللہ تعالی ہی کافی ہے) اور احمد یار بریلوی نے لکھا ہے کہ بندے سے مراد حضور ﷺ ہیں اس میں حضور ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ کفار آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے ہم آپ کو کافی ہیں۔ (نور العرفان ص 555)
اور ایک آیت میں ہے "وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ" ترجمہ: جو اللہ پر بھروسہ کرے وہ اسے کافی ہے۔ (سورۃ طلاق آیت 3)
اور اللہ تعالی کے کافی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ غیب سے مدد کر کے بھی مشکل معاملات کو آسان کرتا ہے، اور کوئی سبب بنا کر بھی مسائل کو حل کرتا ہے، اور حاجات کو پورا کرتا ہے۔ مفسرین کے اس قول کے مطابق تو غیر اللہ سے مدد مانگنے یا مؤمنین کا آپ ﷺ کے لیے کافی ہونا مذکور نہیں، بلکہ آپ ﷺ اور مؤمنین حضرات کے لیے اللہ تعالی کافی ہونا بیان کیا گیا ہے۔
اور مفسرین کا دوسرا قول "مَنِ اتَّبَعَكَ" کا عطف لفظ اللہ پر ہے، تو اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ اے نبی! آپ کو اللہ تعالی کافی ہے اور آپ کے پیروکار مؤمنین بھی آپ کے لیے کافی ہیں. "تو اس آیت کا مفہوم ماقبل ومابعد کے ساتھ ملانے سے یہ ہو گا کہ اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی اللہ تعالی پر بھروسہ کر کے صلح پر آمادہ ہو جائیں۔ اور اگر وہ اس (صلح کی آمادگی) سے دھوکہ دینا ہی چاہیں، تو پھر اللہ تعالی تمہیں کافی ہے۔ جس نے اپنی غیبی مدد سے اور مؤمنین کی ظاہری مدد سے آپ ﷺ کو قوت بخشی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالی نے جس انداز سے مؤمنین کے قلوب میں محبت ڈالی ہے، اگر آپ تمام زمین کا سامان خرچ کر کے ان کے دلوں میں محبت پیدا کرنا چاہتے ہیں، تب بھی ان کے دلوں میں ایسی محبت پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ تعالی نے ان کے قلوب میں زبردست محبت پیدا فرمائی ہے، (لہذا) اے نبی! آپ کے غیبی مدد کے لیے اللہ کافی ہے اور ظاہری مدد کے لیے آپ کے تابعدار مؤمنین کافی ہیں (یعنی کفار آپ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے) اس لئے اے نبی! ایمان والوں کو جہاد پر تیار کرو اگر تم میں

[Website: DifaAhleSunnat.com]

سے 20 (افراد) استقامت سے لڑنے والے ہوں گے تو 200 (افراد) پر غالب ہوں گے اگر ایک سو افراد ہوں گے ہزار پر غالب آجائیں گے۔ (الانفال آیت 61 تا 65)

تو اس صورت میں اس آیت کا مفہوم یہ ہو گا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کے ایسے وفادار اور جانثار تھے، کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو بطور تسلی کے فرمایا کہ اگر وہ (کفار) صلح کی طرف آمادگی ظاہر کر کے آپ ﷺ کو دھوکہ دینا چاہیں گے تب بھی وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، کیونکہ ماتحت الاسباب آپ کے غلام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی طرف سے دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں، اور غیبی طور پر اللہ تعالی آپ کا مددگار ہے، لہذا اس آیت کریمہ سے کسی مافوق الاسباب معاملات میں غیر اللہ کو غیبی مددگار ثابت کرنا محض دھوکہ ہے۔

دلیل نمبر 10:

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ۝ (سورۃ تحریم آیت نمبر 4)

ترجمہ: یعنی رسول کے مددگار اللہ اور جبرائیل اور متقی مسلمان ہیں اور بعد میں فرشتے ان کے مددگار ہیں۔ (جاء الحق ص 176)

مفتی احمد یار نے اپنی کتاب جاء الحق میں اس کی کوئی تفسیر نہیں لکھی، لیکن کنز الایمان کے حاشیہ پر انہوں نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کے بندے مددگار ہیں، کیونکہ اس آیت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور صالح مسلمان کو مولا یعنی مددگار فرمایا گیا اور فرشتوں کو ظہیر یعنی معاون قرار دیا گیا، جہاں غیر اللہ کی مدد کی نفی ہے وہاں حقیقی مدد مراد ہے، لہذا آیت میں تعارض نہیں۔ (نور العرفان ص 673)

الجواب بعون الوہاب:

اس آیت کریمہ میں غیبی مددگار تو اللہ تعالی کو ہی کہا گیا ہے، اور ماتحت الاسباب مددگار حضرت جبرائیل علیہ السلام اور صالح المؤمنین اور فرشتوں کو کہا گیا ہے۔ اس آیت کریمہ کا غیر اللہ کو مافوق الاسباب معاملات میں غیبی مدد کے لیے پکارنے سے کوئی تعلق نہیں ہے، خود اس آیت کریمہ کے سیاق و سباق کو پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ اس میں کس قسم کی مدد کا ذکر ہے، اس بارے میں خود احمد یار خان نے جو اس آیت کے ابتدائی حصے کی تفسیر کی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں، اے نبی کی بیویو: اگر تم نے ہمارے نبی کی خدمت و مدد نہ کی تو ان کے مددگار بہت ہیں۔ ان کا مددگار خود اللہ تعالی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں نیک مسلمان اور سارے فرشتے ہیں۔۔۔ خیال رہے کہ نبی علیہ السلام مسلمانوں کے ایسی مددگار ہیں جیسے بادشاہ رعایا کا مددگار اور مؤمن حضور ﷺ کے ایسے مددگار جیسے خدام اور سپاہی بادشاہ کے لہذا اس آیت کی بنا پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضور ﷺ مسلمانوں کے حاجت مند ہیں۔ (نور العرفان ص 673)

نتیجہ: مفتی بریلوی کے اس مثال کے بعد بات واضح ہو گئی کہ بادشاہ اور رعایا ایک دوسرے کی جو مدد کرتے ہیں، وہ ماتحت الاسباب معاملات میں ظاہری مدد ہوتی ہے اور اس قسم کی مدد اس وقت ہو سکتی ہے جب طرفین زندہ ہوں اور ایک دوسرے سے

ملاقات ہو تب جا کر ہر ایک اپنی وسعت کے مطابق ایک دوسرے کی مدد کر سکتا ہے۔

اس آیت کا مافوق الاسباب معاملات میں غیر اللہ سے غیبی مدد پہنچنے کا اشارہ تک نہیں، لہذا مفتی بریلوی کو اپنے عقیدے کے ثابت کرنے کے لیے اس آیت سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

دلیل نمبر11:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔ (التوبہ آیت 71)

ترجمہ: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

اور دوسری جگہ فرماتا ہے: نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (حم سجدہ / آیت 31)(ترجمہ احمد رضا)

ترجمہ: ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

معلوم ہوا کہ رب تعالی بھی مدد گار ہے اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے مدد گار ہیں مگر رب تعالی بالذات مدد گار اور یہ بالعرض (جاء الحق ص176)

اور اسی آیت کی تفسیر میں کنز الایمان کے حاشیہ پر مفتی احمد یار نے لکھا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ایک دوسرے کے ولی ہیں اور یہ جو فرمایا گیا ہے۔وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (التوبہ / آیت 116)

یہاں مراد ہے کہ اللہ کے مقابل تمہارا کوئی دوست و مدد گار نہیں، غرض یہ ہے کہ ولی من دون اللہ اور ہے اور ولی اللہ کچھ اور ہے، اور یہ بھی یاد رکھیں کہ مومنوں کی یہ ولایت موت سے ٹوٹ نہیں جاتی بلکہ باقی رہتی ہے اس لیے بعد موت زندہ مومن مردوں کے لیے دعائیں اور ایصال ثواب کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ ہمیشہ حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔(نور العرفان ص238)

الجواب بعون الوہاب:

سورہ توبہ کی آیت نمبر 67 میں اللہ تعالی نے منافقین کی علامتیں بیان فرمائیں کہ منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم خیال ہیں (عقیدہ و نظریہ میں ایک ہیں) برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں (اللہ تعالی کی راہ میں) دینے سے اپنی مٹھی بند رکھتے ہیں، وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے بھی انہیں (گمراہی میں) چھوڑ دیا بے شک منافق نافرمان ہیں۔ اللہ تعالی نے منافقین اور کافرین کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اس کے بعد اللہ تعالی نے ایمان والوں کی نشانیاں بیان فرمائیں، پوری آیت کا ترجمہ: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں وہ بھلائی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں یہ وہ ہیں جن پر عنقریب اللہ تعالی رحم کرے گا بے شک اللہ تعالی غالب حکمت والا ہے۔ اللہ تعالی نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو باغوں کا وعدہ دیا ہے، جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ان کے اندر ہمیشہ رہیں گے۔ (ترجمہ احمد رضا بریلوی) اس سے معلوم ہوا کہ ہر

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مومن دوسرے مومن کا انتہائی خیر خواہ ہے کہ اس کو بھلائی کا حکم کرتا ہے، اور برائی سے روکتا رہتا ہے، اور ظاہر ہے کہ کسی کو اچھے کاموں میں مشغول رکھنا اور برائی سے منع کرنا تاکہ ہر برائی سے بچ جائے یہ ایک قسم کی بڑی مدد ہے اور اس قسم کی مدد کیلیے رسول اللہ ﷺ نے یوں ترغیب دی ہے فرمایا "اُنْصُر اخاک ظالماً او مظلوماً" یعنی اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم عرض کیا گیا کہ مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ آ رہی ہے لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا! کہ ظالم کو ظلم سے روکنا یہی اس کی مدد ہے۔

اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ اس مدد سے مراد ماتحت الاسباب معاملات میں مؤمن ایک دوسرے کی ظاہری مددگار ہیں، اور یہی ان کی آپس میں ولایت ہے، اس مدد کا مافوق الاسباب معاملات میں غیبی مدد کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے، باقی مفتی بریلوی نے جو لکھا ہے کہ مؤمنوں کی یہ ولایت موت سے ٹوٹ نہیں جاتی، اور اس کی یہ بات کہ موت کے بعد زندہ مؤمن مُردوں کے لیے دعائیں اور ایصال ثواب کرتے ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ ہمیشہ حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔(نور العرفان ص 238) تو اس کا جواب یہ ہے کہ زندہ مومن کا مردوں کے لیے دعاء کرنا یا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا حضور ﷺ کے لیے قربانی کرنا اس میں تو ہمارے نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ دعاء کرنے کے لیے یا قربانی کرنے کے لیے زندہ ہونا اور اس عمل کی طاقت رکھنا لازمی ہے مفتی بریلوی کا عقیدہ ہے کہ فوت شدہ حضرات مدد کرتے ہیں، اور مثال بیان کی ہے کہ زندہ مردوں کے لیے دعاء اور ایصال ثواب کرتے ہیں، اس کو کم عقلی نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟

دلیل نمبر12:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝

ترجمہ: یعنی اے مسلمانو تمہارا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکنے والے ہیں۔(المائدہ آیت 55 جاء الحق ص 176) مفتی بریلوی نے جاء الحق میں بس اس کا ترجمہ ہی لکھا ہے باقی کنزالایمان کے حاشیہ پر اس آیت کا شان نزول لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالی عنہ کے حق میں نازل ہوئی کہ جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمیں ہماری قوم نے چھوڑ دیا اور قسمیں کھالیں کہ ہمارا بایئکاٹ کریں گے، اس (آیت) میں فرمایا گیا کہ تم کیوں غمگین ہوتے ہو، اگر تم سے یہودی چھوٹ گئے تو تمہیں اللہ، رسول اور مسلمان مل گئے، جو زکوۃ بھی دیتے ہیں، اور رکوع والی نماز بھی پڑھتے ہیں،(نور العرفان ص 753)

الجواب بعون الوہاب:

سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 51 میں اللہ تعالی نے ایمان والوں کو فرمایا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ترجمہ: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہ انہیں میں سے ہے۔(ترجمہ احمد رضا بریلوی) اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع کرنے کے بعد اس آیت کریمہ میں جو مفتی احمد یار نے لکھی ہے ایمان والوں کو سمجھایا کہ تمہارے دوست اللہ اور اس کا رسول اور متقی پرہیز گار مؤمن ہیں، اس آیت کے ترجمہ میں مفتی بریلوی نے اپنا مقصد نکالنے کے لیے دوست کے بجائے مدد گار ترجمہ کیا ہے اب ہم اس آیت کا ترجمہ مفتی بریلوی کے پیرو مرشد اعلی حضرت کا ترجمہ لکھتے ہیں اور وہی ترجمہ مفتی احمد یار نے اپنی تفسیر نور والعرفان میں اختیار کیا ہے۔اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۞

ترجمہ: تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔(المائدہ آیت / 55 ترجمہ احمد رضا بریلوی)

اور اسی آیت کی تفسیر میں احمد یار بریلوی نے شان نزول یہ لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت عبد اللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی کہ جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ! یارسول اللہ ﷺ! ہمیں ہماری قوم نے چھوڑ دیا اور قسمیں کھالیں کہ ہمارا بائیکاٹ کریں گے۔اس آیت میں فرمایا دیا گیا کہ تم کیوں غمگین ہوتے ہو اگر تم سے یہودی چھوٹ گئے تو تمہیں اللہ، اس کا رسول اور وہ مسلمان مل گئے جو زکوۃ بھی دیتے ہیں اور رکوع والی نماز بھی پڑھتے ہیں۔(نور والعرفان ص 753)

اور اسی آیت کی تفسیر میں مفتی نعیم الدین بریلوی نے لکھا ہے کہ جن کے ساتھ موالاۃ حرام ہے ان کا ذکر (آیت نمبر 51) میں فرمانے کے بعد ان کا بیان فرمایا جن کے ساتھ موالاۃ واجب ہے۔

شان نزول:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت عبد اللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی انہوں نے سید الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہماری قوم قریظہ اور بنو نظیر نے ہمیں چھوڑ دیا اور قسمیں کھالیں کہ وہ ہمارے ساتھ مجالست (ہم نشینی) نہیں کریں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو عبد اللہ بن سلام نے کہا ہم راضی ہیں اللہ کے رب ہونے پر اس کے رسول کے نبی ہونے پر مومنین کے دوست ہونے پر، اور حکم آیت کا عام ہے سب ایک دوسرے کے دوست اور محب ہیں۔(خزائن العرفان ص 139)

نتیجہ: اس آیت کریمہ کے ترجمہ اور مفتی نعیم الدین بریلوی کی تفسیر اور خود احمد یار بریلوی کے نور العرفان کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں ایمان والوں کو بتایا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ سے محبت کے بجائے ایمان والوں سے محبت کرو اور ایمان والوں کی محبت کی وجہ سے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت مل جائے گی اور ظاہر ہے کہ ایمان والے اسی محبت کی وجہ سے ایک دوسرے کی نیکی اور تقوی کے کاموں میں اپنی وسعت کے مطابق ظاہری معاون و مدد گار ہوتے ہیں اور ایسے معاملات میں یہود و نصاریٰ مسلمانوں کا کبھی بھی ساتھ نہیں دیں گے اس بنا پر یہود و نصاریٰ کی محبت سے منع کر کے ایمان والوں کی محبت کی خبر

[Website: DifaAhleSunnat.com]

دی گئی، اس آیت کریمہ میں مافوق الاسباب معاملات میں کسی کے غیبی مدد گار ہونے کا اشارہ تک نہیں ہے، یہ مفتی بریلوی کی سینہ زوری ہے کہ غیر اللہ سے غیبی مدد مانگنے کا راستہ بنا رہا ہے، لیکن وہ بھی نہ بن سکا۔

دلیل نمبر13

وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَهۡلِیۡ ۞ هٰرُوۡنَ اَخِی ۞ اشۡدُدۡ بِهٖۤ اَزۡرِیۡ ۞ (29,30,31/ سورۃ طہ)

ترجمہ: اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کر دے، میرے بھائی ہارون کو نبی بنا کر میری پشت کو ان کی وجہ سے مضبوط کر دے۔

رب تعالی نے یہ نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا سہارا کیوں لیا میں کیا کافی نہیں بلکہ ان کی درخواست منظور فرمائی معلوم ہوا کہ بندوں کا سہارا لینا سنت انبیاء ہے۔(جاء الحق ص177)

الجواب بعون الوہاب:

ان آیات کے بعد ہے۔ وَاَشۡرِكۡهُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ ۞ كَیۡ نُسَبِّحَكَ كَثِیۡرًا ۞ وَّنَذۡكُرَكَ كَثِیۡرًا ۞ اِنَّكَ كُنۡتَ بِنَا بَصِیۡرًا

یعنی میرے بھائی کو میرے کام میں شریک کر، تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کریں اور بکثرت تیری یاد کریں بے شک تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔(طہ آیت /32,33,34،)

اس آیت کی تفسیر میں مفتی نعم الدین بریلوی نے لکھا ہے کہ اَمرِ نبوت و تبلیغ رسالت میں میرا معاون و مدد گار بنے۔ (خزائن العرفان ص375)

اور اس طرح خود مفتی احمد یار نے لکھا ہے کہ نبوت اور تبلیغ میں میرا شریک ہو، تاکہ فرعون کے پاس میں اکیلا نہ جاؤں کوئی تائید کرنے والا میرے ساتھ ہو۔(نور العرفان ص377)

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں بھی ماتحت الاسباب یعنی ظاہری مدد کا ذکر ہے۔ کہ فرعون کے پاس میرا بھائی ہارون میری بات کی تائید و تصدیق کرے گا تو یہ بھی ایک قسم کی مدد ہے، اس آیت میں غیر اللہ کو مافوق الاسباب معاملات میں غیبی مدد گار سمجھ کر پکارنے سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ اس آیت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالی سے مدد مانگی کہ میرے لیے معاملہ آسان کر دے، "وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِیۡ" میری زبان کی گرہ کو کھول دے اور ہارون کو میرا وزیر بھی تو ہی بنا دے۔

اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام کا مخلوق کو پکارنے کا کوئی ذکر نہیں ہے یہ محض مفتی بریلوی کی جہالت ہے۔

نوٹ: یہاں تک ان آیات کی وضاحت کی گئی جو جاء الحق کے مصنف نے انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنے کے متعلق لکھی تھیں، اور ان کے علاوہ دوسرے بعض لوگ چند آیتیں اور بھی پیش کرتے ہیں، جن کو وہ غیر اللہ سے مدد مانگنے کے جواز کے لیے دلیل بناتے ہیں۔ اب ہم ان آیات پر بھی غور کرتے ہیں کہ ان آیات میں بھی ماتحت الاسباب ظاہری مدد کا ذکر ہے یا مافوق الاسباب معاملات میں غیبی مدد کا؟

[Website: DifaAhleSunnat.com]

دلیل نمبر14:

فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿﴾

ترجمہ: تو وہ جو اس پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم کی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اترا وہی لوگ بامراد ہوئے۔(الاعراف آیت 157)

اس آیت کریمہ میں جو لفظ "وَنَصَرُوۡهُ" ہے اس سے وہ غیر اللہ سے مدد مانگنے کا جواز ثابت کرتے ہیں۔

الجواب بعون الوہاب:

اس آیت کریمہ میں ان صفات کو بیان کیا گیا ہے جن صفات کی وجہ سے کامیابی حاصل ہو۔

(1) اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لانا۔(2)اس کی عزت کرنا۔ (3)پوری زندگی اپنی وسعت کے مطابق جان و مال سے اس رسول کی مدد کرنا، یعنی رسول اللہ ﷺ کے دشمن کے مقابلے میں آپ ﷺ کا طرفدار بن کر آپ ﷺ کے دشمن کا مقابلہ کرنا اور آپ ﷺ پر جو کتاب نازل کی گئی اس نور (کتاب) کی تابعداری کرنا اور یہ تمام چیزیں زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اور ان چیزوں کا مکلف زندہ لوگ ہی ہیں، نہ کہ فوت شدہ، اور اس رسول ﷺ کی مدد سے مراد وہی مدد ہے جو رعایا اپنے بادشاہ کی اور سپاہی سپاہ سالار کی، اور شاگرد اپنے استاد کی ظاہری مدد کرتے ہیں، جیسا کہ مفتی احمد یار نے سورت تحریم کی آیت نمبر 4 کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مؤمن حضور ﷺ کے ایسے مددگار ہیں جیسے خدام اور سپاہی بادشاہ کے (مددگار ہوتے ہیں) نورالعرفان ص 673

۔لہذا اس آیت میں کسی بھی فوت شدہ سے غیبی مدد مانگنے کا کوئی اشارہ تک نہیں۔

دلیل نمبر15:

وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡهِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعۡلَمَ اللّٰهُ مَنۡ یَّنۡصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ﴿﴾

ترجمہ: اور ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت آنچ (نقصان) اور لوگوں کے فائدے ہیں اور اس لیے کہ اللہ دیکھے کہ اس کو بن دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے بے شک اللہ قوت والا غالب ہے۔(الحدید آیت/25)

اس آیت کریمہ میں بھی مدد کا لفظ دیکھ کر لوگ کہنے لگے کہ غیر اللہ (مخلوق) سے ہر قسم کی مدد مانگنا جائز ہے۔

الجواب بعون الوہاب:

حقیقت میں اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالی نے ایمان والوں کے لیے اللہ کے دین پر چلتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق جان اور مال سے دین کی خدمت کرنے کو مدد سے تعبیر کیا ہے۔

اور یہ وہی مدد ہے جس کا تعلق ماتحت الاسباب اور ظاہری مدد سے ہے اور ایسی مدد کے لیے دنیا میں زندہ ہونا اور موقع پر موجود ہونا اور جس قسم کی مدد درکار ہو اس کی طاقت کا ہونا شرط ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں مفتی نعیم الدین بریلوی نے لکھا ہے کہ اللہ کی مدد سے مراد اس کے دین کی مدد ہے (ورنہ) اللہ کو کسی کی مدد درکار نہیں اور دین کی مدد کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے یہ بھی انہی لوگوں کے نفع کے لیے ہے۔ (خزائن العرفان ص 644) اس مفتی بریلوی کی تشریح سے واضح ہو گیا کہ یہ ماتحت الاسباب مدد کے معاملہ میں ایمان والوں کی آزمائش ہے اور اس آیت کریمہ میں غیبی مدد کے لیے کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

دلیل نمبر 16:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ۝

ترجمہ: ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں، اور اللہ اور رسول کی مدد کرتے ہیں وہی سچے ہیں۔ (الحشر آیت 8)

سوال: اس آیت کریمہ میں ہے کہ وہ فقراء مہاجرین اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے علاوہ دوسرے بھی مددگار ہیں۔

الجواب بعون الوہاب:

اس آیت کریمہ سے پہلے اللہ تعالی نے فئے کے مال کا ذکر فرمایا اور فئے کا مال اس مال کو کہا جاتا ہے جو کفار کے ساتھ لڑائی کرنے کے بجائے صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کے لشکر کا دشمن پر رعب اور دہشت چھا جائے اور وہ مغلوب ہو جائیں اس طریقے سے جو مال رسول اللہ ﷺ کو یہود کے قبیلہ بنی نظیر سے حاصل ہوا، اس کو فئے کا مال کہا گیا ہے۔ اور اللہ تعالی نے اس کا مصرف بیان فرمایا کہ وہ مال اللہ تعالی کے لیے یعنی دین کے کسی کام میں بھی اس کا کچھ حصہ خرچ کرو اور اس میں خود رسول اللہ ﷺ کا حصہ ہے، اور رشتے داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کے لیے ہے اور اس میں سے ایک حصہ ان فقراء مہاجرین کے لیے ہے جن کو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالا گیا حالانکہ وہ اللہ کی رضا کے طلب گار ہیں اور اللہ (کے دین کے) اور اس کے رسول کے (ماتحت الاسباب) مددگار ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے فقراء اور مہاجرین کو فئے کے مال میں سے حصہ دینے کا ذکر فرمایا ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ان بیچاروں کو اپنے گھروں اور مالوں سے بھی نکالا گیا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ ان مہاجرین حضرات کو مالی طاقت تو تھی ہی نہیں، اسلئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ ان کو فئے کے مال سے حصہ آپ دے دیں، باقی رہی جان، سو وہ جان سے دین کی خدمت کریں گے اور رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کر کے دین کی تبلیغ کریں گے۔ اور جب جہاد کا اعلان ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے سپاہی بن کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے آپ ﷺ کا ساتھ دیں گے۔ لہذا "يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" کا مطلب یہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے سچے تابعدار جانثار اور وفادار ہیں۔ ان کی اس وفاداری کو اور دین پر استقامت کو اللہ کی توحید کی تصدیق اور رسول اللہ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرنے کو اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے، اور یہ مدد وہی ماتحت الاسباب مدد ہے۔ اس قسم کی مدد، شریعت میں جائز بلکہ مستحسن ہے اور "وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" کے حکم کے مطابق ہے۔

باقی مخلوق میں سے کسی کو بھی مافوق الاسباب طاقت کا مالک سمجھ کر غیبی مدد کے لیے کسی کو پکارا جائے اس قسم کی شرکیہ مدد کا کسی بھی آیت میں کوئی اشارہ تک نہیں ہے، اور اس قسم کی شرکیہ مدد کسی سے مانگنا، " وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۞ اور وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ " کے خلاف ہے۔

نوٹ: غیر اللہ سے مدد مانگنے کے متعلق جو لوگ جن آیات کو پیش کرتے ہیں، اور ان میں سے جو ہم تک پہنچیں اور مفتی احمد یار خان بریلوی نے جن آیات کو اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مدد مانگنے کے لیے، اپنی کتاب جاء الحق میں بطور دلیل کے پیش کی ہیں، تو ہم نے ان آیات کا اصل مقصد اور مفہوم واضح کر دیا۔ اور اللہ تعالی کے فضل سے ان کی حقیقت کو کھول کر بیان کیا۔ اب حقیقت پسند لوگ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے غیبی مدد مانگنے والے لوگ کس طرح قرآن مجید کی آیات کو اپنے مصنوعی عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے غلط تاویل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ لیکن ہم نے ان کی غلط تاویلات کا جواب دے کر قرآن مجید کی آیات کے صحیح مفہوم کو دوسری قرآن مجید کی آیات سے ملا کر اور خود مفتی احمد یار اور مفتی نعیم الدین مراد آبادی کے کنز الایمان کے حاشیہ سے ملا کر پیش کیا ہے۔

نوٹ: ان آیات کے بعد مفتی احمد یار نے روایات سے اپنے عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے چند روایات پیش کر کے اپنی متبعین کو راضی کرنے کی لاحاصل کوشش کی ہے۔ ظاہر ہے کہ غیر اللہ سے غیبی مدد مانگنے کا ثبوت جب کسی محکم آیات سے ثابت نہ ہو سکا اور نہ ہی ہو سکتا ہے، سوائے ماتحت الاسباب معاملات میں ظاہری اور شرعی استعانت کے، تو اس کو غلط تاویل کا سہارا لینا پڑا، اور اس غلط تاویل سے اسکا مصنوعی عقیدہ ثابت نہ ہو سکا، اب جو اس نے روایات سے اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے قلم اٹھایا ہے، تو ظاہر ہیکہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث جو قرآنی آیات کی بطور تفسیر کی ہوتی ہیں، ان سے ایسی مافوق الاسباب معاملات میں مخلوق سے غیبی مدد یعنی شرکیہ مدد کا ثبوت کیسے مل سکتا ہے، ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے بھی قرآن کی آیات کی طرح ماتحت الاسباب ظاہری مدد یعنی شرعیہ استعانت کا ہی ذکر ہو گا نہ کہ کسی شرکیہ استعانت کا ثبوت۔

مفتی احمد یار کی کتاب جاء الحق میں غیر اللہ سے مدد مانگنے کا ثبوت احادیث سے اور اسکی تحقیق

عبارت: روایت نمبر 1:

"باب السجود وفضلہ (مشکوات)" ربیع ابن کعب اسلمی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مجھ سے کہا" سل فقلت: اسئلک موافقتک فی الجنہ قال: او غیر ذالک فقلت! ھو ذالک قال: فاعنی علی نفسک بکثرت السجود" (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ربیعہ ابن کعب سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ کچھ مانگ لو میں نے کہا کہ میں آپ سے جنت

[Website: DifaAhleSunnat.com]

میں آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں فرمایا کہ کچھ اور مانگنا ہے؟ میں نے پھر سے یہی عرض کیا کہ جنت میں آپ کی ہمراہی چاہتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا! اپنے نفس پر زیادتی نوافل سے میری مدد کرو، تو جنت میں میرے رفیق بن جاؤ گے، اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ربیعہ نے حضور ﷺ سے جنت مانگی تو آپ ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ تم نے خدا کے سوا مجھ سے جنت مانگی تم مشرک ہو گئے بلکہ فرمایا وہ تو منظور ہے، کچھ اور بھی مانگو یہ غیر خدا سے مدد مانگنا ہے۔

پھر لطف یہ ہے کہ حضور ﷺ بھی فرماتے ہیں (اعنی) اے ربیعہ تم بھی اس کام میں میری اتنی مدد کرو کہ زیادہ نوافل پڑھا کرو یہ بھی غیر اللہ سے طلب مدد ہے۔

اس حدیث پاک کے ماتحت "اشعت اللمعات" میں ہے۔

ترجمہ: سوال کو مطلق فرمانے سے کہ فرمایا! کچھ مانگ لو، کسی خاص چیز سے مقید نہ فرمایا، معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضور ﷺ کے ہاتھ کریمانہ میں ہے جو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں کیونکہ دنیا آخرت آپ ہی کے سخاوت سے ہے، اور لوح و قلم کا علم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے اگر دنیا و آخرت کی خیر چاہتے ہو، تو ان کے آستانے پر آؤ اور جو چاہو مانگ لو۔

خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رہے اور تین سو سال تک رہے، پھر حضور ﷺ کے ذریعے کعبہ پاک ہوا، تو رب تعالی نے بتا دیا کہ جب میرا گھر کعبہ بغیر میرے محبوب کی مداوی کے پاک نہیں ہو سکتا، تو تمہارا دل بھی ان کی نظر و کرم کے بغیر پاک نہیں ہو سکتا۔ (جاء الحق ص 177)

الجواب بعون الوہاب:

مسلم شریف میں ایک "بَابُ فَضْلِ السُّجُوْدِ وَالحَثِّ عَلَيْهِ" یعنی اللہ کے دربار میں سجدہ کرنے کی فضیلت اور کثرت سجود بارش شوق دلانے کے بیان میں ہے۔ (حذف عربی)

ترجمہ: حضرت معدان بن ابی طلحہ الیَعْمری نے کہا: کہ میری ملاقات رسول ﷺ کے سابق غلام حضرت ثوبان سے ہوئی میں نے کہا کہ مجھے ایسا عمل بتائیں کہ اس عمل کے کرنے سے اللہ تعالی مجھے جنت میں داخل فرمائے۔ یا جو عمل اللہ تعالی کو سب سے زیادہ محبوب ہو، تو اس نے تیسری بار پوچھنے کے بعد مجھے فرمایا کہ یہی سوال میں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: علیک بکثرۃ السجود للہ فانک لا تسجد للہ سجدۃ الا رفعک اللہ بھا درجۃ وحط عنک بھا خطیئۃ "یعنی (جنت میں جانے کے لیے) اپنے اوپر زیادہ سے زیادہ سجدے کرنا لازم کر یقیناً ہر ایک سجدہ پر اللہ تعالی آپ کا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور ہر ایک سجدے پر ایک خطا معاف فرمائے گا۔ (صحیح مسلم ص 193 ج 1)

اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء۔ (صحیح مسلم ج /1 ص 191)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

یعنی سب سے زیادہ اللہ (کی رحمت) کہ قریب بندہ اس وقت ہوتا ہے، جب کہ وہ سجدہ کرتا ہے، بس سجدہ میں تم کثرت سے دعاء کرو، ان روایات سے معلوم ہوا کہ کثرت سجود ایک ایسا عمل ہے جس سے جنت میں اعلی مقام حاصل ہوتا ہے اس حقیقت کو سامنے رکھ کر اب اس روایت کو سمجھنا آسان ہو گا جو مفتی احمد یار نے لکھی ہے وہ پوری روایت اس طرح ہے، کہ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات گزاری "فاتیہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی سل" یعنی میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں آپ کی ضرورت کی چیز پیش کی اور وضو فرمانے کے لیے پانی کا برتن پیش کیا، تو آپ ﷺ نے (میری خدمت سے خوش ہو کر) فرمایا کہ مجھ سے کچھ مانگ، تو میں نے (دنیا کی کوئی چیز نہیں مانگی بلکہ) عرض کیا کہ جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کچھ اور بھی (مانگ) تو میں نے عرض کیا کہ یہی کافی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے لیے کثرت وسجود کو اپنے اوپر لازم کر کے میری (دعاء کی) مدد کریں۔ (صحیح مسلم ج/1ص193)

اور یہی روایت مشکواۃ ص64 پر بھی ہے اور اس روایت کی شرح میں مشکوات کہ حاشیہ پر ہے کہ اس کی مثال اس طبیب کی مثال ہے جو مریض کو کہے کہ میں تیرا علاج ایسی چیز کے ساتھ کرتا ہوں جس سے تجھے شفا حاصل ہو لیکن پرہیز کرنے اور میرے حکم کے مطابق اس کو استعمال کرنے سے میری مدد کر۔ اور اس روایت کے شرح مظاہر حق میں ہے کہ آپ ﷺ نے جو فرمایا! مانگ.... تو یہ بسبب خوش ہونے کے فرمایا یعنی بدلے میں خدمت کے، اور یہ جو فرمایا میری مدد کر دو، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مطلب (رفاقت جنت) کے حصول کے لیے مدد کر تو میری بہت سجدوں کے ذریعے، یعنی بسبب نماز پڑھنے اور دعاء کرنے سجدوں میں، قابل اس مرتبہ کا ہو گا، یعنی میں دعاء کرتا ہوں تیرے مقصد کے لیے اور تیری خواہش کے پورے ہونے کی کوشش کرتا ہوں، بشرطیکہ جو کچھ میں فرماؤں تو بھی، اس پر عمل کرلے کہ راہ سعادت حاصل ہونے کی راہ اور تدبیر کار یہ ہی ہے۔

(مظاہر حق ج1ص290 باب فضل السجود کثرت)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ عرض کرنا کہ جنت میں آپ کی رفاقت چاہئے اس بنا پر تھا کہ آپ میرے لیے اس قسم کی دعاء فرمائیں کیونکہ "المرقات شرح مشکوۃ" میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے۔

"وفیہ اشارہ الی ان ھذہ المرتبہ العالیہ لاتحصل بمجرد السجود بل بہ مع دعائہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ ایاھا من اللہ تعالی"

ترجمہ: اس میں اشارہ ہے کہ جنت میں رسول اللہ ﷺ کی معیت جیسا عالی مرتبہ صرف سجود سے حاصل نہیں ہو گا بلکہ اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالی سے دعاء کرنا بھی ایسے درجات کے لیے درکار ہے۔ (مرقات ج2ص333)

خلاصہ:

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا حضرت ربیعہ کو یہ فرمانا کہ سوال کر یہ جزا ہے حضرت ربیعہ کے اس عمل کی جو اس نے خدمت کے طور پر آپ ﷺ کے لیے بغیر کہنے کے وضو کا پانی لایا تھا تو آپ ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا: تو بھی کوئی چیز مانگ، تو حضرت ربیعہ نے دنیا کی کوئی چیز مانگنے کے بجائے جنت میں آپ کی رفاقت کا عرض کیا اور اس کا مطلب یہی تھا کہ آپ ﷺ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

میرے لیے دعاء فرمائیں تو آپ ﷺ نے اس کو کثرت سجود کا حکم فرمایا یعنی جنت میں ایسے بلند مرتبے پانے کے لیے میں دعاء بھی کرتا ہوں، لیکن تم بھی میری یعنی میری دعاء کی ایسے عمل کے ساتھ مدد کرو جس عمل سے درجات بلند ہوتے ہیں اور وہ عمل ہے کثرت سجود کا، اور اس کی مثال خود اسی حدیث کی شرح میں ہی مشکواۃ شریف کے حاشیہ پر طبیب اور مریض سے دی گئی ہے۔ کہ مثلاً طبیب کسی مریض کو کہے کہ میں تیرا علاج بہترین دوائی سے کرتا ہوں لیکن تو بھی دوائی کو استعمال کرنے اور پرہیز کرنے میں میری مدد کر۔ (مشکواۃ ص 84)

یہ تھی اس روایت کی حقیقت جو شارحین حضرات نے بیان فرمائی ہے۔ اب اس پر مفتی بریلوی کا یہ نتیجہ نکالنا ہے کہ حضرت ربیعہ نے حضور ﷺ سے جنت مانگی تو حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ تم نے خدا کے سوا مجھ سے جنت مانگی تم مشرک ہو گئے۔ اس قسم کا نتیجہ نکالنا یہ مفتی بریلوی کی اپنی کج فہمی ہے، ورنہ اس روایت میں حضرت ربیعہ کا آپ ﷺ سے جنت کے اعلی درجہ کے لیے دعاء کرانا مقصود تھا۔ جس پر آپ ﷺ کا جواب دلیل بنتا ہے، کہ میرے دعاء کرنے اور آپ کے کثرت سجود کرنے سے قوی امید ہے کہ اللہ تعالی آپ کو جنت میں میری رفاقت عطا فرمائے، اگر جنت دینا رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں تھا اور حضرت ربیعہ کو خود ہی فرمایا کہ کچھ مانگ اور اس نے جنت میں آپ ﷺ کی مرافقت چاہی تو آپ ﷺ اس کو یہ نہ فرماتے کہ کثرت سجود سے تم بھی میری مدد کرو، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ اسکو کثرت سجود کے بغیر جنت نہیں دے سکتے تھے۔

تو اس کا مطلب وہی صحیح ہو گا جو شارحین نے نقل فرمایا کہ آپ ﷺ کی دعاء اور حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالی عنہ کا کثرت سجود کا عمل قبول کر کے اللہ تعالی حضرت ربیعہ کو جنت میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت عطا کرے گا۔

اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کو یہ نہیں فرمایا کہ تم نے خدا کے سوا مجھ سے جنت مانگی تو مشرک ہو گیا۔ کیونکہ اس نے دعاء کروانی چاہی ہے، اور غیر اللہ سے دعاء کروانے سے کوئی مشرک نہیں ہو جاتا، اور اس کی مثال بعینہ اسی طرح ہے کہ کوئی شفیق استاد اپنے فرمانبردار شاگرد کی خدمت سے خوش ہو کر کہے کہ کچھ مانگ! تو اس میں استاد کا ارادہ یہی ہوتا ہے کہ جو کچھ میرے پاس موجود چیزیں ہیں ان میں سے جو چیز مانگے میں اس کو دیکھ کر اسی طرح خوش کر لوں جس طرح اس نے میری خدمت کر کے مجھے خوش کیا ہے۔ اور شاگرد رشید مؤدبانہ عرض کرے کہ مجھے نفع والا علم چاہیے اور شہادت جیسی نعمت عظمی نصیب ہو جائے تو اس پر ولی کامل استاد اس کو فرمائے کہ آپ اخلاص سے محنت جاری رکھیں تو اس میں شاگرد کا عرض کرنا اس بنا پر ہو گا کہ حضرت میرے لیے نافع علم اور شہادت کے لیے دعاء فرمائیں اور استاد صاحب کا بھی یہی ارادہ ہو گا کہ میں بھی دعاء کرتا ہوں اور آپ بھی تحصیل علم کے لیے اخلاص سے محنت جاری رکھیں امید ہے کہ اللہ تعالی آپ کا مقصد پورا فرمائے گا، لہذا مسلم شریف کی روایات اور شارحین کی شرح اور خود اس باب کے عنوان پر غور کرنے سے یہی حقیقت سامنے آئے گی جو ہم نے عرض کی ہے۔

ہمارا معاملہ حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہے جو چاہو مانگ لو

عبارت نمبر 2: (لیکن بریلوی مفتی کہتا ہے کہ) سارا معاملہ حضور ﷺ ہی کے ہاتھ کریمانہ میں ہے جو چاہیں جس کو

[Website: DifaAhleSunnat.com]

چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں کیونکہ دنیاو آخرت آپ ہی کی سخاوت سے ہے۔ اگر دنیاو آخرت کی خیر چاہتے ہو توان کے آستانہ پر آؤاور جو چاہو مانگ لو۔ (جاء الحق ص177)

الجواب بعون الوہاب:

حقیقت میں ہر دور کے مشرک اللہ تعالی کو دنیا کے چلانے میں اور نفع نقصان دینے میں اکیلا اور وحدہ لاشریک ہی ماننا نہیں چاہتے۔" کما قال اللہ تعالی "ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ یعنی اے جہنمیوں! اس عذاب اور اس کے دوام وخلود کا سبب تمہارا یہ فعل ہے کہ جب ایک اللہ کو پکارا جاتا تو تم کفر کرتے تھے اور اس کے ساتھ کسی کو ملایا جاتا تھا تو مانتے تھے۔ (المؤمن آیت12)

وفی آیۃ: وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۞

ترجمہ: اور جب ایک اللہ (کو مشکل کشا، حاجت روا، عالم الغیب، مختار کل، سمجھ کر اس کا) ذکر کیا جاتا ہے، تو جو لوگ آخرت کے منکر ہیں، ان کے دل سمٹ کر (تنگ دل اور پریشان ہو جاتے ہیں) اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا (اس طرح مشکل کشا، حاجت روا، عالم الغیب، مختار کل، کے طور پر) ذکر ہوتا ہے، اس وقت وہ خوشیاں مناتے ہیں۔ (سورۃ زمر/ آیت/45)

مشرکین کی اس پرانی عادت کی طرح مفتی احمد یار بریلوی بھی یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالی کو کسی چیز کے دینے میں وحدہ لاشریک نہ سمجھا جائے اس لیے کہا کہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں حضور ﷺ سے مانگو ایسا عقیدہ قرآن مجید کے محکم آیات اور صحیح وصریح احادیث کے بھی خلاف ہے۔ قرآن کے خلاف ہونے کی مثال:

نوٹ: قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ آیت کی بریلوی مفسر کی تفسیر

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۞

ترجمہ: تم فرماؤ! میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو (میرے لیے) اللہ تعالی چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کرلی ہوتی اور مجھے کوئی برائی (تکلیف) نہ پہنچی ہوتی، میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں (ترجمہ احمد رضا بریلوی)

اس آیت کی تفسیر میں مفتی نعیم الدین بریلوی نے لکھا ہے کہ بھلائی سے مراد راحتیں اور کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے۔ اور برائیوں سے مراد تنگی اور تکلیف اور دشمنوں کا غالب آنا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھلائی سے مراد سرکشوں کا مطیع کرلینا اور نافرمانوں کا فرمانبردار کرلینا اور کافروں کا مومن کرلینا ہو اور برائی سے مراد بدبخت لوگوں کا باوجود دعوت کے محروم رہ جانا ہو تو حاصل کلام یہ ہوگا کہ اگر میں نفع وضرر کا ذاتی اختیار رکھتا تو اے منافقین وکافرین تم سب کو مومن کرڈالتا اور تمہاری کفری حالت دیکھنے کی تکلیف مجھے نہ پہنچتی۔ (خزائن العرفان ص308 سورۃ اعراف آیت 188/ کی تفسیر)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نوٹ: اس آیت کریمہ کا ترجمہ اور مفتی بریلوی کی تفسیر سے واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی جان کے لیے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ آپ ﷺ ہر وقت اپنے لیے نفع ہی نفع چاہتے تھے اور ہر قسم کی بھلائی حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتے تھے مگر باوجود اس کے کہ کوئی نفع یا بھلائی وہی حاصل ہو سکتی تھی جو اللہ تعالی چاہتا تھا جیسا کہ مفتی نعیم الدین نے لکھا ہے کہ بھلائی سے مراد راحتیں اور کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان تمام چیزوں میں آپ ﷺ کو وہی راحتیں وہی کامیابیاں حاصل ہوتی تھیں جتنا اللہ تعالی چاہتا تھا، اور آپ ﷺ ہر وقت اللہ تعالی کے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن دشمنوں پر اتنا ہی غلبہ حاصل ہوتا تھا جتنا اللہ تعالی چاہتا تھا۔ اور اسی طرح آپ ﷺ ہر تکلیف اور برائی (نقصان) سے بچنے کی اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرتے تھے اور برائی سے مراد بقول مفتی بریلوی کے تنگی اور تکلیف اور دشمنوں کا غالب آنا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ ہر وقت ہر قسم کی تنگی اور ہر تکلیف سے بچنے، اور ہر وقت دشمنوں کے غالب آنے سے حتی المقدور بچنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن باوجود اس کے اتنا ہی بچ سکتے تھے جتنا اللہ تعالی چاہتا تھا، یا مفتی بریلوی کی دوسری شک کے مطابق یعنی بھلائی سے مراد سرکشوں کا مطیع کر لینا یا نافرمانوں کا فرمانبردار کر لینا اور کافروں کا مؤمن کر لینا ہو۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ اس قسم کی بھلائی ہر وقت چاہتے تھے اور اس قسم کی کوشش بھی کرتے تھے لیکن بھلائی وہی حاصل ہو سکتی تھی جو اللہ تعالی چاہتا تھا، اور بقول مفتی بریلوی کے برائی سے مراد بدبخت لوگوں کا باوجود دعوت کے محروم رہ جانا ہے، اور انکی کفری حالت دیکھنے سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ پوری کوشش کرتے تھے کہ کوئی ایک بندہ بھی دعوت سے محروم ہو کر کافر نہ رہے، لیکن باوجود اس کے فائدہ وہی ہوتا تھا جو اللہ تعالی چاہتا تھا، تو اس سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کی بھلائی حاصل کرنا یا ہر قسم کی تکلیف سے بچنا یہ اختیار آپ ﷺ کو نہ ذاتی تھا نہ عطائی، کیونکہ آپ ﷺ کو ذاتی یا عطائی کسی قسم کا بھی اختیار ہوتا تو آپ ﷺ اس اختیار کو استعمال کر کے ضرور بالضرور ہر قسم کی بھلائی حاصل کرتے اور ہر قسم کی تکلیف سے بچتے ورنہ عطائی اختیار حاصل ہونے کا کیا فائدہ؟ لہذا مفتی بریلوی کا یہ دھوکہ دینا کہ اگر میں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا تو اے منافقین

وکافرین تم سب کو مؤمن کر ڈالتا اور تمہاری کفری حالت دیکھنے کی تکلیف مجھے نہ پہنچتی۔ (یہ محض دھوکہ ہے)

نوٹ: مفتی نعیم الدین کی اس تحقیق کے بعد پھر بھی یہ کہنا کہ سارا معاملہ حضور ﷺ ہی کے ہاتھ کریمانہ میں ہے۔ جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں کیونکہ دنیا و آخرت آپ ہی کی سخاوت سے ہے۔ اگر دنیا و آخرت کی خیر چاہتے ہو تو اس کے آستانے پر آؤ جو چاہو مانگ لو۔ (جاء الحق ص 177) یہ جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟ اور دوسری بات یہ کہ ایسا عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ سے لے کر فقہائے کرام تک کسی کا بھی مذکور نہیں ہے۔ اور ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 188 میں صاف اور صریح ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی جان کے لیے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر جتنا نفع اللہ تعالی چاہتا ہے، اتنا ہی حاصل ہوتا ہے، اور اس طرح نقصان سے بھی جتنا اللہ تعالی چاہتا ہے اتنا ہی بچ سکتا ہوں اور بڑی بات تو یہ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ہے کہ نفع یا نقصان پہنچانے کا قبل از وقت مجھے پتہ بھی نہیں ہوتا اگر پہلے ہی مجھے معلوم ہوتا یعنی میں غیب جانتا کہ کون سی تدبیر
سے فائدہ
ہوگا تو میں بہت ساری بھلائیاں جمع کر لیتا اور اس طرح مجھے معلوم ہو جاتا یعنی میں غیب جانتا کہ کون سی تدبیر سے کسی تکلیف سے بچ سکتا ہوں تو کوئی تکلیف مجھے نہ پہنچتی۔ اور دوسری آیت میں ہے: قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۞ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۞ ترجمہ: تم فرماؤ میں تمہارے لیے کسی نقصان اور بھلائی کا مالک نہیں ہوں تم فرماؤ مجھے اللہ سے کوئی نہیں بچائے گا۔ اور اس کے سوا کہیں بھی ہر گز کوئی پناہ نہ پاؤں گا مگر (میرا کام صرف) اس کی رسالت کا پیغام پہنچانا ہے۔ (سورۃ جن آیت (21.22.23)
ان آیات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سے اللہ پاک اعلانیہ کہلوا رہے ہیں کہ ان کو کہہ دو کہ تمہارے لیے کسی نفع یا نقصان کا میں (ذاتی یا عطائی) مالک نہیں ہوں اور یہ کہہ دو کہ میں خود اللہ کی پناہ میں ہوتا ہوں کیونکہ اس کے سوا کوئی جائے پناہ ہے ہی نہیں (جو مافوق الاسباب کے طور پر کسی کو غیبی طاقت سے پناہ دے سکتا ہو) اس صاف اور صریح حقیقت کے بعد بھی مفتی بریلوی کا یہ کہنا کہ سارا معاملہ حضور ہی کے ہاتھ میں ہے اور سب کچھ حضور سے ہی مانگو یہ قرآن کا مقابلہ نہیں تو اور کیا ہے؟

ہم کس کی مانیں

اب ہم کس کی مانے قرآن کی بات مانے یا حکیم البریلویت کی؟ ظاہر ہے کہ ہم کیا ہر ایک مسلمان قرآن کی بات مانے گا نہ کہ بریلوی کی۔

دلیل 2: اور مفتی بریلوی کا یہ کہنا ہے کہ خانہ کعبہ میں 360 بت رہے اور 300 سال تک رہے پھر حضور ﷺ کے ذریعے کعبہ پاک ہوا، رب تعالی نے بتا دیا کہ جب میرا گھر کعبہ بغیر میرے محبوب کے مداوی کے پاک نہیں ہو سکتا تو تمہارا دل بھی ان کی نظر کرم کے بغیر پاک نہیں ہو سکتا۔ (جاء الحق ص 177)
مفتی بریلوی کا انداز یہ بتا رہا ہے کہ گویا کہ اللہ تعالی بھی اپنے گھر کعبہ کے پاک ہونے کے لیے اپنے محبوب کا محتاج ہے، (نعوذ باللہ) لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی کی مدد کے بغیر نہ مکہ فتح ہو سکتا تھا اور نہ ہی کعبۃ اللہ سے بت ہٹائے جا سکتے تھے۔
جیسا کہ خود حکیم البریلویت نے سورۃ الفتح کی آیت نمبر 3: وَّیَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا ۞ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ رب نے فتح مکہ اور غزوہ حنین میں ایسی مدد فرمائی کہ سبحان اللہ (نور العرفان عرفان ص 851) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کی غیبی مدد مدد فرما کر مکہ کی فتح یابی نصیب فرمائی اور ماتحت الاسباب کے طور پر حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے ذریعہ سے بیت اللہ کو بتوں سے پاک فرمایا، حقیقت تو یہی ہے لیکن مفتی بریلوی کی الٹی سوچ کے حضور ﷺ کے بغیر بیت اللہ بتوں سے پاک نہیں ہو سکتا تھا، ایسی الٹی سوچ سے اللہ تعالی ہم سب کو پناہ میں رکھے۔ (آمین) باقی رہا احمد یار کا یہ کہنا کہ تمہارا دل بھی اس کی نظر کرم کے بغیر پاک نہیں ہو سکتا تو اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو بھیجا ہی اپنے دین کی تبلیغ کے لیے تھا

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اور آپ ﷺ نے اللہ تعالی کے پیغام کو جرات اور بہادری سے لوگوں تک پہنچایا اگرچہ اس پر کتنی ہی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں لیکن آپ ﷺ نے لوگوں تک پیغام پہنچانے کا حق ادا کر دیا اور واقعتاً جو شخص بھی آپ ﷺ کی بات مانتا وہ شرک و کفر سے پاک ہو جاتا تھا اس میں رسول اللہ ﷺ کا جرات سے پیغام پہنچانا کمال تھا اور آپ ﷺ کی بات کو مان کر اور ہر قسم کی تکالیف برداشت کر کے دشمنوں کے مقابلے میں جان و مال کی پرواہ کیے بغیر رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دینا، یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کا کمال تھا، اور اپنے رسول و مومنین کو اپنے دین پر استقامت عطاء فرما کر انکی غیبی مدد کرنا، یہ سب ان پر اللہ تعالی کا فضل تھا، باقی ایسے واقعات سے رسول اللہ ﷺ کو مختار کل سمجھنا یہ مفتی بریلوی کی کم عقلی ہے کیونکہ آپ ﷺ کا منصب تھا لوگوں کو اللہ تعالی کا پیغام پہنچانا، نہ کہ کسی کے دل کو زبردستی ہدایت کی طرف موڑنا یہ بات آپ ﷺ کے اختیار سے باہر تھی، کیوں کہ اگر کسی کے دل میں ہدایت ڈالنا یا کسی کو ہدایت پر لے آنا آپ ﷺ کے ذاتی یا عطائی اختیار میں ہوتا تو آپ ﷺ سب لوگوں کو ہدایت پر جمع کرتے اور کبھی بھی کسی لڑائی کی نوبت نہ آتی اور نہ ہی کسی کے ایمان نہ لانے پر آپ ﷺ کو کوئی صدمہ پہنچتا ہے۔

کما قال اللہ۔ اِنۡ تَحۡرِصۡ عَلٰی هُدٰىهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ۞

ترجمہ: اگر تم ان کی ہدایت کے حرص کرو تو بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا جس کو (اس شخص کے عناد کے سبب) گمراہ کرتا ہے۔ (بیان القرآن تھانوی رحمۃ اللہ) اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی کوشش تھی کے سارے ہی ایمان لے آویں (اس لیے) ان بعض کے ایمان نہ لانے پر حضور ﷺ کو صدمہ ہوتا تھا۔ (نور العرفان ص 792) اور سورۃ قصص کی آیت نمبر 56 میں: اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ۞ کی تفسیر میں مفتی احمد یار نے لکھا ہے کہ ابو طالب کے ایمان قبول کیے بغیر وفات پا جانے پر حضور ﷺ کو صدمہ تھا اس لیے آپ ﷺ سے یہ فرمایا گیا۔ (یعنی بے شک یہ نہیں کہ تم جسے چاہو اپنی طرف سے ہدایت کر دو) ان آیات اور اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں یہ بات نہیں تھی کہ کسی کے دل کو کفر و شرک سے پاک کر کے اس کے دل میں ہدایت داخل کر سکیں اگر کسی سے کتنی ہی محبت کیوں نہ ہو۔

نتیجہ:

اس سے معلوم ہوا کہ مفتی بریلوی نے قرآن کی آیات کے خلاف عقیدہ بنایا ہے۔ لہذا قرآن کی بات برحق ہے اور حکیم البریلویت کا عقیدہ غلط ہے۔

دلیل 3: نور الانوار کے خطبہ کی عبارت

نور الانوار کے خطبے میں خُلُق کہ بحث میں ہے۔ "ھو الجود بالکونین والتوجہ الی خالقھما"

[Website: DifaAhleSunnat.com]

یعنی دونوں جہاں اوروں کو بخش دینا اور خود خالق کی طرف متوجہ ہونا یہ حضور ﷺ کا خلق ہے اور ظاہر ہے کہ دونوں جہاں دوسروں کو وہی بخشے گا جو خود اس کا مالک ہو گا ملکیت ثابت ہو گی۔ (جاء الحق ص 178)

الجواب بعون الوھاب:

حکیم البریلویت ہر چیز کو اپنی الٹی سوچ سے الٹا ہی سمجھتا ہے، اس لیے وہ ایک صحیح بات سے بھی غلط نتیجہ نکال کر دھوکہ دیتا ہے، اب ہم نور الانوار کی پوری بات نقل کرتے ہیں، نور الانوار کی عبارت میں۔ "والصلوۃ علی من اختص بالخلق العظیم ہے تو خُلقِ عظیم کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب نور الانوار نے لکھا ہے۔ "والخلق ھو ملکہ یصدر عنھا الافعال بسھولہ" **ترجمہ:** خلق ایسا ملکہ ہے جس کی وجہ سے اچھے افعال سہولت سے ادا ہوتے ہیں۔ "والخلق العظیم لہ علی ما قالت عائشہ ھو القرآن یعنی ان العمل بالقرآن کان جبلۃ لہ من غیر تکلف" آپ ﷺ کا خلق عظیم وہی ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھا نے فرمایا تھا کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مقدس کے احکام پر عمل کرنا بغیر کسی تکلیف کے آپ ﷺ کی طبیعت میں رکھا گیا ہے۔ "وقیل ھو الجود بالکونین والتوجہ الی خالقھما" یعنی کہا گیا کہ خُلق یہ ہے کہ کونین کے ساتھ سخا والا معاملہ کرنا اور دونوں جہان کے خالق کی طرف متوجہ رہنا۔ "وقیل ھو ما اشار الیہ علیہ السلام بقولہ صل من قطعک واعف عمن ظلمک واحسن الی من اساء الیک" یعنی کہا گیا کہ خلق وہ ہے جس طرف آپ ﷺ نے ایک حدیث میں اشارہ فرمایا کہ جو آپ سے قطع تعلق کرے آپ اس سے تعلق جوڑو جو آپ پر زیادتی کرے اسے درگزر کرو جو آپ سے بد اخلاقی سے پیش آئے آپ اس سے حسن خلق کے ساتھ پیش آو۔ "والاصح ان الخلق العظیم ھو السلوک الی ما یرضی عنہ اللہ تعالی والخلق جمیعا" حالانکہ صحیح خلق عظیم کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسا راستہ ہے جس پر چلنے سے اللہ تعالی راضی ہو اور مخلوق بھی راضی ہو۔ (نور الانوار ص 3) اس پوری عبارت میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ دونوں جہاں رسول اللہ ﷺ کی ملک ہیں۔ اور جس عبارت سے مفتی بریلوی نے دھوکہ دیا ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ دونوں جہانوں میں سخاوت کرنے والے ہیں مال کی محبت کے بجائے آپ ﷺ کی توجہ اللہ کی طرف رہتی ہے۔ اگر مفتی بریلوی کے نتیجہ کو صحیح سمجھا جائے تو وہ نتیجہ خود اس کے قلم سے ہی ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً اسنے

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۞ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۞

اس آیت کی شان نزول میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے ازواج پاک نے آپ ﷺ سے دنیاوی سامان اور خرچ بڑھانے کا مطالبہ

کیا تھا، تو یہ حضور ﷺ پر گراں گزرا، کیونکہ سرکار کے گھر زہد و قناعت تھی اس پر یہ آیت کریمہ اتری جس میں حضور ﷺ کی ازواج کو اختیار دیا گیا کہ اگر تم دنیاوی عیش و آرام چاہتی ہو تو مجھ سے طلاق لے لو اور اگر اللہ اور رسول سے قربت چاہتی ہو تو ہمارے ہاں کی تنگی ترشی سے راضی رہو قناعت و صبر اختیار کرو۔ (نور العرفان ص 868 احزاب آیت 29 28/ کی تفسیر میں)

مفتی کی اس عبارت میں ہے کہ ازواج کا مطالبہ کرنا حضور ﷺ پر گراں گزرا اور فرمایا اگر تم دنیاوی عیش و آرام چاہتی ہو تو مجھ سے طلاق لے لو ورنہ ہماری تنگی ترشی سے راضی رہو، ان چیزوں پر غور کرنے سے ہی پتہ چل جائے گا کہ دونوں جہاں کس کی ملکیت ہیں، صرف اللہ تعالیٰ کی یا کسی اور کی؟ اور اس کے علاوہ سورۃ توبہ کی آیت نمبر 92 کی شان نزول خود مفتی بریلوی نے یہ لکھی ہے کہ بعض صحابہ جہاد میں جانے کے لیے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے سواری مانگی حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں تمہیں سواری کیسے عطا فرمائی جاوے، وہ لوگ روتے ہوئے واپس ہوئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۗ

ترجمہ: اور نہ ان پر (کوئی مواخذہ ہے) جو تمہارے حضور حاضر ہوں کہ تم انہیں سواری عطا فرماؤ تم سے یہ جواب پائیں کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں اس پر یوں واپس جائیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسوں ابلتے ہوں اس غم سے کہ خرچ کا مقدور نہ پایا۔ (سورت توبہ آیت 92) (ترجمہ احمد رضا بریلوی نور العرفان ص 320)

اس آیت کے ترجمہ تفسیر کے بعد کسی وضاحت کی ضرورت نہیں رہی اس سے ہر ایک باایمان اور باشعور انسان سمجھ سکتا ہے، کہ دونوں جہاں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، تو ظاہر ہے کہ وہ یہی فیصلہ کرے گا کہ قرآن کی بات سچی حق ہے اور احمد یار کا عقیدہ باطل ہے۔

دلیل 4: تمام نعمتیں حضور ﷺ سے مانگو، مال مانگو،

شیخ عبد الحق کی ان عبارات نے فیصلہ کر دیا کہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں حضور ﷺ سے مانگو، مال مانگو، جنت مانگو، جہنم سے پناہ مانگو، بلکہ اللہ کو مانگو۔ (جاء الحق ص 178)

الجواب بعون الوہاب:

مفتی احمد یار نے اس کتاب جاء الحق میں ایک اصول لکھا ہے کہ کسی عقیدے کے بارے میں آیت قطعی الدالالت ہو۔ جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں۔ اور حدیث متواتر ہو۔ (جاء الحق ص 24)

حکیم البرلویت کو چاہیے تھا کہ اپنے اصول کے مطابق قرآن مجید کی محکم آیات اور متواتر احادیث سے انبیاء علیہ السلام اور اولیاء کرام سے مافوق الاسباب معاملات میں غیبی مدد مانگنے کا جواز ثابت کرے، لیکن اس اصول کے مطابق کوئی دلیل اس کو نہ ملی اور نہ ہی، مل سکتی تھی، اس لیے اس نے قرآن میں سے ماتحت الاسباب معاملات میں سے ظاہری مدد والی آیات اور احادیث میں سے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

خبر واحد کو توڑ موڑ کر غلط طریقے سے اپنا عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن کسی خبر واحد سے بھی کسی باطل تاویل کے بغیر اس کا مصنوعی عقیدہ ثابت نہیں ہو سکا۔ مثلاً پہلے اس نے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کو اپنے مقصد میں غلط تاویل سے پیش کیا (کہ حضرت ربیعہ نے حضور ﷺ سے جنت مانگی حالانکہ اس نے جنت میں آپ ﷺ سے رفاقت کے لیے دعاء کا سوال کیا) لیکن وہ بھی ان کا دھوکہ تھا جو نہ چل سکا، اور اس کے بعد اس کا غلط نتیجہ نکالا (کہ سارا معاملہ حضور ﷺ ہی کے ہاتھ میں ہے جو چاہو مانگ لو، مال مانگو، جنت مانگو، جہنم سے پناہ مانگو، بلکہ اللہ تعالی کو مانگو) تو یہ نتیجہ بھی اس کے ہی قلم سے غلط ثابت ہوا وہ اسطرح کہ اس نے سورت احزاب کی آیت نمبر 28 اور 29 کا جو شان نزول لکھا ہے اور سورت توبہ کی آیت نمبر 92 کا جو شان نزول لکھا ہے اس سے ہی اسکا غلط نتیجہ نکالنا واضح ہو گیا، اور اسکا ایسا نتیجہ نکالنا قرآن کی محکم آیات کے ٹکر میں آنے کی وجہ سے خود بخود باطل ہو گیا۔ "وھو المقصود"

اور اس کے بعد مفتی بریلوی نے خانہ کعبہ سے بتوں کو ہٹانے والے قصے سے غلط تاویل کر کے گویا کہ بیت اللہ کو بتوں سے پاک بنانے میں اللہ کو بھی نبی علیہ السلام کا محتاج بنانا چاہا (کہ میرا گھر خانہ کعبہ بغیر میرے محبوب کی مداوی کے پاک نہیں ہو سکتا) لیکن یہ غلط نتیجہ بھی اس کے قلم سے ہی ٹوٹ گیا۔

جبکہ اس نے لکھا کہ فتح مکہ میں خود اللہ تعالی نے اپنے محبوب کی ایسی مدد فرمائی کہ (سبحان اللہ) (نور العرفان ص 851)

اور اس کے بعد مفتی بریلوی نے نور الانوار کے خطبے میں سے چھوٹا سا ٹکڑا نقل کر کے اس کی غلط تاویل سے یہ نتیجہ نکالا کہ دونوں جہان دوسروں کو وہی بخشے گا جو خود ان کا مالک ہو گا ملکیت ثابت ہو گئی۔ (جاء الحق ص 178)

لیکن اس غلط تاویل کو بھی الحمد للہ ہم نے نور الانوار کا پورا خطبہ نقل کر کے اس دھوکے کو چلنے نہیں دیا، اور اس کے رد میں ہم نے قرآن کی آیات پیش کر کے، اور ان آیات یعنی سورت احزاب کی آیت نمبر 28، 29 اور سورت توبہ کی آیت نمبر 92 کا شان نزول خود احمد یار خان کا لکھا ہوا ہے، ہم نے پیش کیا جس کی وجہ سے اس کا وہ دھوکہ بھی نہ چل سکا۔ "وھو المقصود"

اور اس کے بعد اس نے جو اشعت اللمعات کی عبارت ذکر کی اس میں بھی اس نے وہی دھوکے بازی والا طریقہ اختیار کیا ہے، وہ اس طرح کے سب سے اول اس نے فارسی زبان کی عبارت کا ترجمہ غلط کیا ہے، اور ہم پوری عبارت اور اس کا ترجمہ نقل کرتے ہیں۔ "واز اطلاق سوال کہ فرمود سل وتخصیص نہ کرد بمطلوبے خاص"

ترجمہ: آپ ﷺ کا حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالی عنہ کو سوال کے مطلق کرنے اور کسی مطلب کے ساتھ مخصوص نہ کرنے میں کہ فرمایا مانگ۔ "معلوم می شود کہ کارہمہ بدست ہمت و کرامت اوست"

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز بھی اس عزت و کرامت والے ہاتھ (طاقت) میں ہے۔ "ہرچہ خواہد باذن پروردگار خود بدہد" (اس میں سے) جو چاہیے اپنے پروردگار کے اذن سے دیدے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

شیخ صاحب کی اس عبارت میں یہی بات ہے کہ آپ ﷺ نے حضر ربیعہ کو مطلق سوال کرنے کو فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ جو کام (چیز) میری طاقت کے مطابق میرے ہاتھ میں ہو گی وہ چیز باذن الہی (ان شاء اللہ) میں آپ کو دوں گا، آپ ﷺ کا حضرت ربیعہ کو فرمانا کہ کچھ مانگ، یہ بعینہ اس طرح ہے کہ جس طرح آپ ﷺ نے اپنے لخت جگر فاطمہ الزہرا کو فرمایا تھا۔

"یا فاطمہ بنت محمد سلینی ما شئت من مالی لا اغنی عنک من اللہ شیا" (متفق علیہ) مشکوۃ شریف ص 360 باب الانذاز والتحذیر

ترجمہ: اے فاطمہ بنت محمد میرے مال میں سے جو مانگ، (دونگا، لیکن) اللہ کے حقوق میں سے کسی چیز کا تیرا ذمہ دار نہیں ہوں۔

اور اس طرح دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب۔ "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ۝" آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ صفا پہاڑ پر کھڑے ہو کر اپنے قریبی رشتہ داروں کو نام لے کر فرمانے لگے۔

"یا فاطمہ بنت محمد۔ یا صفیہ بنت عبد المطلب یا بنی عبد المطلب لا املک لکم من اللہ شئا سلونی من مالی ما شئتم"

ترجمہ: اے محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالی عنھا۔ اے عبد المطلب کی بیٹی صفیہ رضی اللہ تعالی عنھا اے عبد المطلب کی اولاد! اللہ کے حقوق میں سے میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں (باقی) میرے پاس جو مال ہے اس میں سے جو چاہو مانگ لو۔ (صحیح مسلم / ج / 1 ص 114) تو جس طرح ان روایات میں آپ ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کو اس مال میں سے مطلق مانگنے کو کہا ہے جو مال آپ ﷺ کے پاس اس وقت موجود تھا، اسی طرح حضرت ربیعہ کو بھی یہی حکم تھا کہ جو چیز میرے پاس موجود ہے اس میں سے کچھ مانگ لیکن حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالی عنہ نے مال کے بجائے دعاء کو ترجیح دی کہ آپ میرے لیے جنت اور جنت میں بھی اپنی رفاقت کے لیے دعاء کریں۔ اور یہی مطلب شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی مذکورہ عبارت کا ہے۔ جس کو مفتی بریلوی نے کھینچ تان کر اپنے مصنوعی عقیدے کے موافق بنانے کی کوشش کی، لیکن ایسا عقیدہ قرآن کے محکم آیات کے خلاف اور مذکورہ صحیح احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

اور اس سے روایت کی شرح مظاہر حق جلد ایک صفحہ " 290 باب فضل سجود و کثر تھا" میں ہے کہ حضرت ربیعہ ہ بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ عرض کرنا کہ جنت میں آپ کی رفاقت چاہیے۔ اس بناء پر تھا کہ آپ ﷺ میرے لیے (جنت میں اپنے رفاقت کی) دعاء فرمائیں، اور اس طرح المرقاۃ شرح مشکواۃ میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے۔"وفیہ اشارۃ الی ان ھذہ المرتبہ العالیہ لا تحصل بمجرد السجود بل بہ مع دعائہ علیہ السلام لہ ایاھا من اللہ تعالی" یعنی اس میں اشارہ ہے کہ جنت میں رسول اللہ ﷺ کی معیت جیسا عالی مرتبہ صرف سجود سے حاصل نہیں ہو گا بلکہ ایسے درجات کے لیے کثرت سجود کے ساتھ آپ ﷺ کا اللہ تعالی سے دعاء کرنا بھی درکار ہے۔ (المرقات ج / 2 ص 323) اس سے معلوم ہوا کہ بریلوی مکتب فکر سے پہلے جو حضرات تھے وہ اس سے دعاء مانگنا ہی سمجھتے ہیں،

مفتی بریلوی کا غلط نتیجہ نکالنا

[Website: DifaAhleSunnat.com]

باقی رہا حکیم البریلویت کا شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ شیخ کی عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ دنیا وآخرت کی تمام نعمتیں حضور ﷺ سے مانگو مال مانگو، جنت مانگو، جہنم سے پناہ مانگو، بلکہ اللہ تعالیٰ کو مانگو۔ (جاء الحق ص 178)
تو اس قسم کا نتیجہ نکالنا بھی مفتی بریلوی کے شرکیہ عقیدے کی تاثیر ہے ورنہ شیخ کی عبارت جو خود اس نے نقل کی ہے، اس میں اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے۔ عبارت یہ لکھی ہے "فان من جودک الدنیا وضرتھا ومن علومک علم اللوح والقلم"

ترجمہ: پس تحقیق دنیا و آخرت میں آپ کی سخاوتیں ہیں اور آپ کے علم سے لوح و قلم کا علم (ظاہر ہوتا) ہے۔

"اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری بدرگاہش بیاو ہرچہ می خواہی تمنا کن"

ترجمہ: اگر دنیا و آخرت میں خیریت (بھلائی) چاہتے ہو، تو آپ ﷺ کے دربار میں آؤ جو چاہو مانگ لو۔

تبصرہ: عربی عبارت کا مفہوم صاف واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا علم دنیا کے کسی استاد سے حاصل کیا ہوا نہیں بلکہ آپ ﷺ کا علم لوح محفوظ سے جبرائیل امین نے لا کر آپ ﷺ تک پہنچایا ہے، کیونکہ سارا قرآن آپ ﷺ کا علم ہے، اور قرآن لوح محفوظ سے لایا گیا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۞ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۞ اور آپ ﷺ نے اس علم کو صرف لوگوں تک پہنچایا ہی نہیں بلکہ پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ اور آپ ﷺ کی اس علم کی سخاوت کی وجہ سے دنیا قائم ہے۔ اور جب تک آپ ﷺ کا یہ علم دنیا میں رہے گا دنیا قائم رہے گی، جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا۔ "انما انا قاسم واللہ یعطی" (یعنی شرعی احکام کا علم) دینے والا اللہ ہے، اور اس کو تقسیم کرنے والا میں محمد ہوں۔ (بخاری ج/1 ص16) (باب من یرد اللہ بہ خیر یفقھہ فی الدین)
اس روایت کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ جو علم بھی بطور وحی اور القاء یا الہام بتاتا ہے، تو آپ ﷺ اس علم کی تبلیغ کرتے ہیں اور علم کا کوئی حصہ بخل کر کے چھپاتے نہیں۔

آپ ﷺ کی دنیا میں سخاوت

اور اس طرح دنیا کے مال میں سے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے مقرر کیا تھا اس کو بھی آپ ﷺ جمع نہیں کرتے تھے بلکہ فی سبیل اللہ تقسیم کرتے تھے یہی آپ ﷺ کی دنیا میں سخاوت دی جیسا کہ مسلم شریف میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ " کان رسول اللہ ﷺ اجود الناس بالخیر و کان اجود ما یکون فی شھر رمضان کان رسول اللہ اجود بالخیر من الریح المرسلہ"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخی ہوتے تھے اور رمضان المبارک میں آپ ﷺ کی سخاوت اور بھی بڑھ جاتی تھی آپ ﷺ تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔ وفی روایتہ "ما سئل رسول اللہ علی الاسلام شیئا الا اعطاہ قال: فجاءہ رجل فاعطاہ غنما بین جبلین فرجع الی قومہ فقال یا قوم" اسلموا فان محمد یعطی عطاء لایخشی الفاقہ"

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ سے جو چیز بھی اسلام کے شرط پر مانگی جاتی آپ اس کو وہ چیز دے دیتے تھے ایک شخص آپ کے پاس دو پہاڑوں کے درمیان آیا، تو آپ نے اس کو بکری دے دی، اس نے جاکر اپنی قوم کو کہا کہ اسلام لاؤ رسول اللہ ﷺ بڑے سخی ہیں تنگدستی کا کوئی خوف نہیں کرتے۔(مسلم ج2 ص653 باب فی سخائہ)

اس کی شرح میں امام نووی نے لکھاہے۔"ومعناہ ماسئل شیئا من متاع الدنیا "ماسئل شیئا" کا مطلب ہے دنیا کے سامان میں سے جو چیز مانگی جائے (اگر وہ چیز آپ کے پاس ہوتی، تو آپ اس کو عطا فرماتے تھے اگر وہ چیز نہیں ہوتی، تو آپ ﷺ فرماتے تھے۔"لا اجد" جس طرح کے بعض صحابہ جہاد میں جانے کے لیے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے سواری مانگی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں تو تمہیں سواری کیسے عطا فرمائی جائے۔(نور العرفان سورۃ توبہ آیت 92 کی تفسیر کرنے والا خود احمد یار بریلوی ہے۔) دنیا میں تو آپ ﷺ کی یہی سخاوت تھی اور آخرت میں آپ ﷺ کی سخاوت یہ ہوگی کہ اول تو انتہائی لمبا سجدہ کر کے باذن اللہ شفاعت کبری کا حق ادا کریں گے۔ اور دوسرا یہ کہ بار بار باذن اللہ شفاعت کر کے موحد مسلمانوں کو جہنم سے نکلوائیں گے۔ یہی آپ ﷺ کی آخرت میں سخاوت ہوگی اس سخاوت کا ذکر شیخ عبد الحق صاحب نے اس عبارت میں کیا۔" فان من جودک الدنیا و ضرتھا ومن علومک علم اللوح والقلم "اور ایسے ہی سخاوت کے بارے میں لکھا ہے کہ "اگر خیریت دنیا و عقبہ آرزو داری بدرگاہش بیاو ہرچہ می خواہی تمنا کن "یعنی دنیا و آخرت کی خیریت میں سے جو چاہو مانگ لو اس کا مطلب بھی یہی ہے کے جو چیز بھی آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ہوگی وہ ایسے سخی ہیکہ خالی نہیں لوٹائے گا کیوں کے خود شیخ عبد الحق صاحب نے طبیب اور بیمار کی مثال دی ہے چنانچہ طبیب بہ بیمار گوید کہ من علاج مے کنم در حصول شفاء توے کوشش کردم بشرطیکہ آنچہ بفرمایم ترا بدان کار کنی ،،

ترجمہ: چنانچہ طبیب بیمار کو کہے کے میں تمہارا علاج کرتاہوں اور تیری شفاء کے لیے کوشش کرتاہوں لیکن شرط یہ ہیکہ تو میرے حکم کے مطابق دوائی استعمال کرنے اور پرہیز کرنے میں میری مدد فرما۔(اشعت اللمعات ج1 ص425)

اسیطرح علامہ شیخ عبد الحق محدث رحمہ اللہ خود اسی کتاب میں آگے فرماتے ہیں۔

حضرت ربیعہ بن کعب اہل صفہ اور قدماء صحابہ میں سے تھے حضر و سفر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہتے تھے انہوں نے کہاکے میں رسول اللہ ﷺ کے باس ایک رات ٹھہرا رات کو میں نے وضو کا پانی اور دوسری ضروری چیزیں مثلاً کپڑا، مسواک، وغیرہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا، کچھ مانگ دنیا و آخرت کی بھلائیوں میں سے، تو میں نے عرض کیا کہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوناچاہتاہوں آپ ﷺ نے فرمایا کچھ اور "حاصل معنی آنکہ چیزے دیگر خواہ کہ ایں مرتبہ کہ توے خواہی بس عظیم است "یعنی آپ ﷺ کے قول کچھ اور مانگ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اور چیز مانگ جو تونے یہ مرتبہ مانگاہے وہ بہت بڑا ہے (لیکن) میں نے کہا میرا مقصود یہی ہے آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو اپنے اوپر کثرت سجود لازم کر کے میری مدد کر یعنی اپنے مطلب کے حاصل کرنے کے لیے زیادہ سجدہ نماز ادا کرو اور سجدوں میں دعائیں کرو تاکہ اس مرتبے کے قابل ہو جاؤ۔ اور فرمایا،

"من خود سعی میں کنددر حصول مطلب تو "یعنی میں خود بھی کوشش کرتا ہوں تیرے مطلب کے حصول کی "اما ترا ہمہ باید کہ کوششی کنی و کاہی واز پائے نہ نشینی" یعنی بہر حال تمہیں بھی چاہیے کہ کوشش کرو اور کام کرو اور فضول نہ بیٹھو۔

(رواہ مسلم، اشعت اللمعات ترجمہ مشکواۃ ج1 ص424،،425)

مفتی بریلوی کا غلط نتیجہ نکالنا

نوٹ: یہ تھی شیخ عبد الحق محدث رحمہ اللہ کی کتاب اشعت اللمعات کی عبارت کی حقیقت جس کی وضاحت ہم نے خود مصنف کے قلم سے کھول کر تحریر کیا جس میں رسول اللہ ﷺ سے مافوق الاسباب معاملات میں غیبی مدد مانگنے کا اشارہ تک نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود حکیم البریلویت نے شیخ عبد الحق محدث کی عبارت کو اصل حقیقت سے ہٹا کر اپنے شرکیہ عقیدے کے قالب میں ڈال کر خود ساختہ نتیجہ یوں نکالا کہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں حضور ﷺ سے مانگو، مال مانگو، جنت مانگو، جہنم سے پناہ مانگو، بلکہ اللہ کو مانگو۔ (جاء الحق صفحہ 178)

نتیجہ پر تبصرہ:

در حقیقت ایسا عقیدہ قرآن مجید کی بہت ساری محکم آیات کے خلاف ہے مثلاً:

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ۔ **ترجمہ:** اے محمدؐ! ان سے کہو، "میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ میں غیب کا علم جانتا ہوں، اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے" پھر ان سے پوچھو کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم غور نہیں کرتے؟ (سورۃ الانعام- آیت نمبر 50)

اس آیت کی تفسیر میں مفتی نعیم الدین بریلوی نے لکھا ہے کہ کفار کا طریقہ تھا کہ وہ سید عالم ﷺ سے طرح طرح کے سوال کرتے تھے کبھی کہتے تھے کہ آپ رسول ہیں تو ہمیں بہت سی دولت اور مال دیجیے اور ہمارے لیے پہاڑوں کو سونا کر دیجئے کبھی کہتے تھے کہ گزشتہ اور آئندہ کی خبریں سنائیے اور ہمیں مستقبل کی خبریں دیجئے کہ کیا کیا پیش آئے گا کبھی کہتے تھے کہ ہمیں قیامت کا وقت بتائیے کہ کب آئے گی کبھی کہتے تھے آپ کیسے رسول ہیں جو کھاتے پیتے ہیں، نکاح بھی کرتے ہیں ان کی تمام باتوں کا اس آیت میں جواب دیا گیا۔ خزائن العرفان ص159 اور یہی بات مفتی احمد یار نے نور العرفان ص 161 پر بھی لکھی ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اس آیت کریمہ کے ترجمہ پر ہی غور کرنے سے بات واضح ہو جائے گی کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مانگنے والوں نے کچھ مانگا تو ان کو ملا؟ یا اللہ تعالی نے سب لوگوں کو سمجھا دیا کہ اللہ تعالی کے خزانوں کے اپنے پاس ہونے کا نہ میرے محبوب نے دعوی کیا ہے اور نہ ہی تمہارا یہ سوال مناسب ہے، اور اسی طرح عالم الغیب ہونے کا نہ میرے محبوب نے دعوی کیا ہے اور نہ ہی تمہارا سوال مناسب ہے اور اسی طرح فرشتہ ہونے کا نہ میرے محبوب نے دعوی کیا ہے اور نہ ہی تمہارا یہ سوال کرنا مناسب ہے، اس میں صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کریمہ سے اُس زمانے کے بے وقوفوں کو تو خاموش کیا گیا جو یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس اللہ تعالی کا خزانہ ضرور ہو گا اور اللہ کا رسول عالم الغیب بھی ضرور ہو گا اور نوری مخلوق یعنی فرشتہ بھی ضرور ہو گا، ان کے اس عقیدے اور خیال کو تو اللہ تعالی نے رد کر کے ان کو خاموش کر دیا، لیکن بعد میں جن لوگوں کو شیطان نے بے وقوف بنایا وہ آج تک اسی خیال پر ہیں کہ اللہ تعالی کے رسول کے پاس ہر چیز کا خزانہ ہے جو چیز مانگو حضور سے مانگو، اور اسی طرح وہ آج تک بضد ہیں کہ اللہ کا رسول ضرور بضرور عالم الغیب ہے، اور اسی طرح وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صرف بظاہر بشر ہیں باقی حقیقت میں نوری مخلوق ہیں، پس ایسے لوگوں سے اللہ ہی حساب لے گا۔

نور الانوار کی عبارت کا غلط نتیجہ نکالنا

اور حکیم البریلویت نے جس طرح شیخ عبد الحق کی عبارت کا غلط نتیجہ نکالا اسی طرح اس نے نور الانوار کے مقدمے والی عبارت سے بھی اپنے مصنوعی عقیدے کو تقویت دینے کے لیے غلط نتیجہ نکالا کہ دونوں جہاں دوسروں کو وہی بخشے گا جو خود ان کا مالک ہو گا ملکیت ثابت ہو گئی۔ (جاء الحق ص178)

غلط نتیجے پر تبصرہ:

اس کا تفصیلی جواب تو ہم پہلے دے چکے ہیں اور اب صرف یہ بتانا ہے کہ ایسا نتیجہ نکالنا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعلیم کے خلاف ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عموماً اللہ تعالیٰ سے اسی طرح دعاء کرتے تھے۔ "اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمّن سواک "یعنی اے میرے اللہ مجھے حرام سے بچا کر میری حلال سے کفایت کر، اور اپنے فضل سے اپنی ذات کے سوا ہر چیز سے مجھے بے پرواہ بنا دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دنیاوی چیزوں کو حاصل کرنے کے درپہ نہیں پڑتے تھے بلکہ صرف اللہ کی رضا چاہتے تھے، اگر بالفرض و محال حکیم البریلویت کا عقیدہ صحیح مانا جائے کہ آپ کی ملکیت میں دونوں جہاں تھے، لیکن بقول احمد یار کے آپ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ﷺ نے دونوں جہاں بھی دوسروں کو بخش دئے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب دونوں جہاں بھی دوسروں کی ملکیت میں آ گئے کیونکہ بخش دینے سے چیز ملکیت سے نکل جاتی ہے، تو اب دونوں جہاں نہ اللہ کی ملکیت میں رہے نہ خود رسول ﷺ کی ملکیت میں رہے، واہ بریلوی تیری سوچ۔ ظاہر ہے کہ ایسا عقیدہ کسی بھی مسلمان کا نہیں ہو سکتا، یہ صرف احمد یار کی ہی جہالت ہے، اور ایسا عقیدہ صحیح، صریح احادیث کے بھی خلاف ہے، مثلاً: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَنْ يُنْجِيَ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ قَالَ رَجُلٌ وَلَا إِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَلَا إِيَّايَ إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ وَلٰكِنْ سَدِّدُوا۔ (صحیح مسلم ج2 ص 376)

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا کسی شخص کو بھی اس کا عمل نجات نہیں دے سکتا ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا مجھے بھی نہیں، سوائے اس کے اللہ تعالی اپنی رحمت سے ڈھانپ لے لیکن تم درست کام کرتے رہو۔

اعتراض: اور یہی روایت علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی نے اپنی تفسیر میں لکھ کر اس کی تشریح کی ہے کہ اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورۃ النحل- آیت نمبر32)

یعنی اپنے اعمال کے سبب سے تم جنت میں داخل ہو جاؤ، اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کی سبب سے نجات ہو گی، اور یہ حدیث کے خلاف ہے، تو جواب یہ ہے کہ، اس آیت کا معنی مجمل ہے اور حدیث نے اس کی تفسیر کر دی یعنی کہ جنت میں دخول نیک اعمال کی وجہ سے ہے لیکن نیک اعمال کی ہدایت دنیا اور ان کا قبول فرمانا اللہ تعالی کے فضل سے ہے۔

(تبیان القرآن ج2 ص 312 آلعمران کی آیت نمبر 109 کی تفسیر میں)

اور دوسری آیت میں ہے۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ الجاثیۃ- آیت30)
ترجمہ: بہر حال جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، تو انہیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہی صریح کامیابی ہے۔

نوٹ: ان آیات اور حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کو جنت عطاء کرنا، یا نہ کرنا یہ صرف اور صرف اللہ تعالی کے قبضہ قدرت میں ہے مخلوق میں سے کسی کو بھی یہ قدرت عطاء نہیں کی گئی اور رسول اللہ ﷺ کا قیامت کے دن باذن الٰہی شفاعت کرنا بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ کسی کو جنت دینا، آپ ﷺ کے اختیار میں نہیں ہے کیوں کہ شفاعت وہ کرتا ہے جو خود مالک نہ ہو، لہذا کسی کو جنت دینا یہ صرف اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے، اور مفتی بریلوی کی صرف خام خیالی ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے

دلیل 5: ایک صوفی شاعر خوب فرماتے ہیں۔ "محمد از تو می خواہم خدا را   خدایا از تو عشق مصطفی را"

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ترجمہ: یعنی یارسول اللہ میں آپ سے اللہ کو مانگتا ہوں اور اے خدا میں تجھ سے مصطفی کا عشق مانگتا ہوں۔ (جاء الحق ص 178)

دلیل پر تبصرہ:

حکیم البریلویت نے اس صوفی شاعر کا نہ نام بتایا اور نہ ہی علاقہ اور نہ ہی کسی کتاب کا نام نہ صفحہ، کتاب بھی مجہول شاعر بھی مجہول یہ ہے حکیم البریلویت کی حکمت کہ مجہول مرکب دلیل سے اپنا عقیدہ ثابت کرتا ہے جبکہ کسی روایت میں کوئی ایک راوی مجہول ہو تب بھی وہ روایت قابل حجت نہیں رہتی اور اِدھر شاعر اور کتاب دونوں مجہول پھر بھی حجت بنا کر پیش کر رہا ہے وہ بھی عقیدے کے باب میں۔ اور خود کا لکھا ہوا اصول کہ دلیل میں آیت ہو تو قطعی الدلالت اور حدیث ہو تو متواتر، یہ سارا کچھ بھول گئے، اور دوسری بات یہ کہ ہو سکتا ہے کہ یہ شاعر خود احمد یار بریلوی ہو خود شعر بنا کر لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے لکھ دیا کہ ایک صوفی شاعر نے لکھا ہے، لہٰذا اس کا جواب دینے کی ضرورت نہ رہی، الغرض شاعر تخیّلاتی دنیا میں گھومتا ہے اور دوسری بات یہ کہ اس میں شاعر اپنے تصور میں رسول اللہ ﷺ سے بات کرتا ہے کہ اے اللہ کے رسول میں آپ کی جو اطاعت کرتا ہوں اور آپ سے جو محبت کرتا ہوں تو اس سے میرا مقصد ہے کہ مجھے اللہ کی ذات کی محبت مل جائے جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے۔ "فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" ترجمہ: میرے محبوب آپ کہہ دیجیے اگر اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ آپ سے محبت کرے گا۔

نوٹ: اس مجہول شاعر کے شعر سے بھی مفتی بریلوی کا جھوٹا عقیدہ ثابت نہیں ہوا۔

دلیل 6: حضرت قبلہ عالم محدث علی پوری دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ رب تعالی فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (سورۃ النساء - آیت نمبر 64)

ترجمہ: اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کی بارگاہ میں آجائیں اور پھر خدا سے اپنی مغفرت مانگیں اور یہ رسول بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے تو یہ لوگ آپ کے پاس اللہ کو پالیتے مگر کس شان میں؟ "تَوَّابًا رَّحِیْمًا" توبہ قبول فرمانے والا مہربان یعنی آپ کے پاس آنے سے ان کو خدا مل جاتا، **"اللہ کو بھی پایا مولا تیری گلی میں"** (جاء الحق 178) مفتی بریلوی کا اس آیت کریمہ کے پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک گناہگار کو رسول اللہ کے پاس آنا ضروری ہے تب اللہ اس کی توبہ قبول کریگا۔

الجواب بعون الوهاب:

[Website: DifaAhleSunnat.com]

درحقیقت سورۃ نساء کی آیت نمبر 60 سے لے کر آیت نمبر 65 تک منافقین میں سے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی مقدمے کا فیصلہ نہیں کروانا چاہتے تھے ان کا ذکر ہے ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر وہ اپنے کیے پر شرمسار ہو کر آپ ﷺ کے پاس آجائیں اور اللہ تعالی سے معافی مانگیں اور آپ بھی ان کے لیے بخشش کی دعاء کریں تو اللہ تعالی ان کی توبہ قبول کرکے ان پر رحم فرمائے گا۔

آیات کا ترجمہ: آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعوی تو یہ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر ایمان لائے ہیں جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمے طاغوت کے پاس لے جائیں، حالانکہ انہیں حکم یہ دیا تھا کہ وہ طاغوت کا انکار کریں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں گمراہ کرکے بہت دور کی گمراہی میں ڈال دے، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کتاب کی طرف جو اللہ تعالی نے نازل کی ہے اور رسول کی طرف کہ فیصلہ کروائیں، تو آپ دیکھتے ہیں کہ منافقین آپ سے اعراض کرتے ہوئے کترا کر نکل جاتے ہیں، اور کیا حال ہوگا جب ان کے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑے، تو پھر یہ آپ کے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آئیں کہ ہمارا تو ماسوا نیکی اور باہمی موافقت کے اور کوئی ارادہ نہ تھا، یہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، سو آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے اور ان سے بہت اثر آفرین بات کیجئے جو ان کے دلوں میں اتر جائے، اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے، اور اگر یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے، تو یہ آپ کے پاس آجاتے، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کرتے، تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا پاتے، تو اے رسول مکرم آپ کے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ ہر باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مانے پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے کے خلاف اپنے دلوں میں تنگی بھی نہ پائیں اور آپ کو خوشی سے مان لیں، النساء آیت 60 تا 65 ترجمہ علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی، ان آیات کی تفسیر میں علامہ غلام رسول سعیدی نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے آیتوں میں اللہ تعالی نے فرمایا تھا کہ تمام مکلفین اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور ان آیتوں میں یہ بتایا کہ منافقین رسول اللہ کی اطاعت نہیں کرتے اور آپ کے فیصلے پر راضی نہیں ہوئے اور اپنے مقدمات طاغوت کے پاس لے جاتے ہیں امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ اس آیت میں طاغوت سے مراد کعب بن اشرف ہیں یہ ایک یہودی عالم تھا اس کے بعد اس نے ایک منافق اور ایک یہودی کے جھگڑے کا اور منافق کا حضور کا فیصلہ نہ ماننے کا اور حضرت عمر کا اس منافق کو قتل کرنے کا پورا قصہ نقل کیا ہے اور آیت نمبر 62 61 کی تفسیر میں لکھا ہے ابن جریج نے بیان کیا کہ جب مسلمان منافقوں سے کہتے تھے کہ آؤ اپنے مقدمے کا فیصلہ رسول اللہ سے کرواؤ، تو وہ منہ موڑ کر کتراتے ہوئے نکل جاتے ہیں، جامع البیان جلد پانچ صفہ 99 اور آیت نمبر 63 میں بھی ان کے سمجھانے کے لیے رسول اللہ کو حکم ہے کہ ان سے ان کے نفسوں میں اثر آفریں بات کیجئے اور آیت نمبر 64 کی تفسیر میں لکھا کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے ان منافقوں کو سرزنش کی ہے جو دعوی کرتے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

پر نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لائے ہیں اور اپنے مقدمے کا فیصلہ یہودی عالم کے پاس لے جاتے تھے اور رسول اللہ کی اطاعت کرنے کے لیے جب انہیں بلایا جاتا تو وہ منہ موڑ کر کترا کر نکل جاتے تھے، تو اللہ تعالی نے فرمایا، اس نے ہر رسول کو اس لیے بھیجا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے، پھر فرمایا جب ان منافقین نے کعب بن اشرف کے پاس اپنا مقدمہ پیش کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر ہی لیا تھا، تو یہ چاہیے تھا کہ آپ کے پاس آکر معذرت کرتے اور اللہ تعالی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے، اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لیے استغفار کرتے تو وہ ضرور اللہ کو بہت بخشنے والا اور مہربان پاتے (تبیان القرآن جلد 2 صفحہ 713،714) اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ یہ آیت صرف منافقین کی سرزنش کرنے کے لیے اتاری گئی ہیں لیکن حکیم البریلویت کہتا ہے کہ یہ آیتیں ہمارے یعنی بریلویوں کے لیے ہیں۔"فاعتبروا یا اولی الابصار"

عام گنہگار کے معافی مانگنے کا اصول

حقیقت میں کسی بھی گناہ گار کی توبہ کو (ان مذکورہ منافقین کے علاوہ) قبول کرنے کے لیے اللہ تعالی عزوجل نے ارشاد فرمایا: "وانی لغفار لمن تاب" اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی۔ **وفی آیت:**

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔(الزمر 53)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے اے میرے وہ بندو، جنہوں نے (اللہ کی نافرمانی کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

وفی آیت: اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الفرقان آیت 70)

مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے عمل صالح کرے وہ جہنم سے بچایا جائے گا پس ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالی بھلائیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ان تمام آیات میں اللہ تعالی نے ہر توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرنے کا بغیر کسی شرط کے عام اعلان فرمایا، اور اگر اللہ تعالی کسی کو معاف نہ کرنا چاہے، تو اپنے محبوب نبی کے ساتھ اسی طرح خطاب فرمایا: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ (سورۃ التوبۃ- آیت نمبر 80)

ترجمہ: آپ ان کے لیے معافی مانگیں یا نہ مانگیں، اگر آپ ان کے لیے 70 دفعہ معافی مانگیں تب بھی اللہ تعالی ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

شان نزول: سورت توبہ کی آیت نمبر 80 کا شان نزول مفتی نعیم الدین بریلوی نے یہ لکھا ہے کہ، اوپر کی آیتیں جب نازل ہوئیں اور منافقین کا نفاق کھل گیا تو منافقین سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے معذرت کر کے کہنے لگے کہ آپ ہمارے لیے استغفار کیجئے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالی ہر گز ان کی مغفرت نہ فرمائے گا، چاہے آپ استغفار میں مبالغہ کریں۔(خزائن العرفان ص 238 از مفتی نعیم الدین بریلوی) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کسی کو معاف کرنا نہ چاہے تو اس کو کسی کی پرواہ تک نہیں ہے، اگر چہ اللہ کا محبوب نبی بھی کسی کی بخشش کے لیے دعاء کیوں نہ کرے بلکہ دعاؤں میں مبالغہ ہی کیوں نہ کرے۔

<u>ولو انھم اذ ظلموا کا شان نزول</u>

اور سورت النساء کی آیت 60 تا 65 تک کا شان نزول خود مفتی احمد یار نے یہ لکھا ہے کہ، بِشر منافق کا ایک یہودی کے ساتھ کچھ جھگڑا تھا، یہودی نے کہا کہ چلو حضور سے فیصلہ کرائیں، منافق بولا کہ چلو کعب بن اشرف سے فیصلہ کرائیں، یہودی نے کعب بن اشرف کو پنچ ماننے سے انکار کر دیا اور مقدمہ بارگاہ نبوی میں پیش ہوا حضور نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا، بِشر منافق اس فیصلہ پر راضی نہ ہوا۔ پھر یہ دونوں حضرت عمر فاروق کے پاس یہ مقدمہ لائے یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ بارگاہ نبوی میں میرے حق میں فیصلہ ہو چکا ہے مگر بِشر راضی نہ ہوا اور آپ کے پاس لایا، فاروق اعظم نے اسے قتل کر دیا اور فرمایا کہ جو فیصلائے مصطفوی سے راضی نہ ہو اسکا فیصلہ یہ ہے، اس پر "يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ" اتری

(نور العرفان ص 138 النساء آیت نمبر 60 کی تفسیر میں)

نوٹ: مفتی بریلوی کے اس شان نزول بیان کرنے سے بھی ظاہر ہوا کہ یہ آیات صرف ان منافقوں کے لیے خاص تھیں جو رسول ﷺ کے بجائے کعب بن اشرف سے فیصلہ کرانا چاہتے تھے لیکن پھر بھی مفتی احمد یار اور اس کا ہم نوا علی پوری کہہ رہے ہیں کہ یہ آیت ہمارے یعنی بریلویوں کے لیے ہے۔ باقی رہا یہ بند کے **"اللہ کو بھی پایا مولا تیری کی گلی میں"** تو اس کا مطلب اگر یہ ہے کہ آپ ﷺ کے پاس آکر جن لوگوں نے آپ ﷺ سے بلاواسطہ توحید کا عقیدہ سیکھا اور پوری زندگی آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرتے رہے یقینا اللہ کی رضا ان کو مل گئی یعنی اللہ مل گیا اور آپ ﷺ کے جانے کے بعد کسی انسان کو بھی بالواسطہ آپ ﷺ کی تعلیم پہنچی اور اس نے اس کے مطابق عقیدہ بنایا اور آپ کی سنتوں پر عمل کیا تو اس کو بھی اللہ کی رضا مل جائے گی،

"اللہ کو بھی پایا مولا تیری گلی میں" اس کا یہی مطلب ہے تو اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔

اور ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقین کا رسول اللہ ﷺ سے معذرت کرنا صرف رسوائی سے بچنے کے لیے تھا باقی وہ دلی طور پر نفاق سے توبہ کرنے والے نہیں تھے اور اللہ تعالی علیم بذات صدور ہے اس لیے ان کی معذرت قبول نہیں کی، بلکہ اپنے رسول ﷺ کو فرمایا" فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ "یعنی آپ بھی ان سے اعراض کی جیے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بھی متقبول بندے کی دعاء کا قبول کرنا اللہ تعالی پر لازم نہیں ہے، اگر وہ کسی کی دعاء قبول کرے تو اس کی مہربانی ہے، اور اگر وہ کسی کی دعاء قبول نہ کرے تو اس کو کسی کی پرواہ تک نہیں ہے۔ اور ان آیات کا مفتی نعیم الدین بریلوی نے جو شان نزول لکھا ہے اسکا بھی مفہوم یہی ہے کہ ان آیات میں ہر ایک مسلمان کے لئے حکم نہیں ہے بلکہ یہ حکم منافقین کے ایک طبقہ کے لئے تھا جنہوں نے رسول اللہ سے فیصلہ کرانے کے بجائے کعب بن اشرف یہودی کو سرپنچ بنایا اور قرآن کریم میں طاغوت سے اس کعب بن اشرف کے پاس فیصلہ لے جانا مراد ہے۔ "يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ" (خزائن العرفان ص104)

آیت کریمہ اذ ظلموا کے متعلق امام رازی کی تحقیق

اور یہی کچھ تفسیر کبیر میں بھی مذکور ہے۔ المراد به من تقدم ذكره من المنافقين يعني لو أنهم عند ما ظلموا أنفسهم با لتحاكم إلى الطاغوت والفرار من التحاكم إلى الرسول. جاءوا الرسول وأظهروا الندم على ما فعلوها وتابوا عنه و استغفروا منه واستغفر لهم الرسول بأن يسأل الله أن يغفرها لهم عند توبتهم لوجدوا الله توابا رحيما۔

ترجمہ: اس سے مراد منافقین کی وہ جماعت ہے جسکا ذکر پہلی آیات میں ہوا یعنی اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفسوں سے ظلم کیا تھا اس صورت میں کہ رسول اللہ سے فیصلہ کروانے سے بھاگ کر طاغوت سے فیصلہ کرایا، وہ رسول کے پاس آئیں اور اس فعل پر ندامت کا اظہار کریں اور اس سے توبہ کریں اور معافی مانگیں اور اللہ کا رسول بھی ان کے لئے استغفار کرے، اس طرح کہ اے اللہ (میں نے ان کو معاف کیا تو بھی) ان کو معاف کر، تو وہ اللہ کو معاف کرنے والا مہربان پائیں گے۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ جب انہوں نے صحیح طریقے سے توبہ کی اور اللہ سے معافی مانگی تو ان کی توبہ قبول ہونی چاہیے تھی "فما الفائدة في ضم استغفار الرسول إلى استغفارهم" پھر ان کے استغفار سے رسول اللہ کے استغفار کو ملانے سے کیا فائدہ؟

قلنا: أن ذلك التحاكم إلى الطاغوت كان مخالفة لحكم الله وكان أيضا اساءة إلى الرسول وإدخالا للغم في قلبه ومن كان كذالك وجب عليه الاعتذار عن ذالك الذنب لغيره فلهذا المعنى وجب عليهم أن يطلبوا من الرسول أن يستغفر لهم :

ترجمہ: ایک جواب یہ ہے کہ ان کا طاغوت کی طرف فیصلہ لیجانا جس طرح اللہ تعالی کے حکم کی مخالفت تھی، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی طرف ناانصافی کی نسبت دے کر آپ کو تکلیف دینا تھا، اور آپ کے قلب اطہر میں دکھ پہنچانا تھا، اور جس شخص کا بھی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اس طرح کا کوئی جرم ہو، (جو اللہ کی نافرمانی کے ساتھ مخلوق میں سے کسی کو دکھ پہنچائے) تو اس پر اللہ سے معافی مانگنا اور مخلوق میں سے جس کو تکلیف دی ہے، اس سے معافی مانگنا واجب ہے، اس اصول کی بناء پر ان پر واجب کیا گیا کہ رسول اللہ کے پاس آئیں پہلے آپ سے معافی مانگیں اور اللہ تعالی سے استغفار کرنے کی التجاء کریں۔ (تفسیر کبیر جلد ۱۰،۹ص ۱۶۲)

دوسرا جواب: أن القوم لما لم یرضوا بحکم الرسول ظهر منهم ذالك التمرد فاذا تابوا وجب علیهم أن یفعلوا ما یزیل عنهم ذالك التمرد وما ذاك إلا بأن یذهبوا إلی الرسول ویطلب منه الاستغفار۔

ترجمہ: تحقیق وہ قوم جب رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرانے پر راضی نہیں تھی تو اس سے انکی سرکشی ظاہر ہوئی پھر جب انہوں نے توبہ کرنا چاہا تو ان پر وہ چیز واجب ہوئی جو ان کی سرکشی اور ضد کو زائل کرے اس کی یہی صورت تھی کہ رسول اللہ ﷺ سے اپنے لئے استغفار کروائیں۔ (تفسیر کبیر ج10 ص162)

نتیجہ

ان آیات کے ترجمہ اور ان کے شان نزول اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ یہ آیات ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھیں جنکو رسول اللہ ﷺ سے ضد تھی اس لئے وہ ہٹ دھرمی کر کے آپ کے بجائے کعب بن اشرف یہودی کی طرف فیصلہ لے گئے، تو اللہ تعالی نے ان کی ضدیت کو ختم کرنے کے لئے اور ہٹ دھرمی کو زائل کرنے کے لئے ان کی توبہ کی قبولیت کے لئے آقائے دوجہاں ﷺ کے در پر آنے اور آپ کا ان کے لئے استغفار کرنے کو شرط قرار دیا، لیکن باوجود اس کے مفتی بریلوی کا کہنا ہے کہ اس آیت میں ہم بریلویوں کو حکم ہے، کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور اسکو پکارو کہ تمہارے لیے استغفار کرے، تو ایسی کج فہمی کا علاج کیا ہو سکتا ہے، ورنہ تمام مؤمنین کے لئے عام حکم ہے۔ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ) طه آیت (۸۲)

یعنی تحقیق میں ہر توبہ قبول کرنے والوں کو بخشنے والا ہوں۔ اور عام بندوں کے لیے فرمایا: "وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ "**ترجمہ:** اور جب میرے بارے میں میرے بندے آپ سے پوچھیں تو (آپ کہدیں) کہ میں قریب ہوں جب بھی کوئی پکارتا ہے تو اجابت (قبول) کرتا ہوں۔ اور فرمایا

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ (سورة الزمر آیة 53)

ترجمہ: آپ میرے ان بندوں میں اعلان فرمایئے جو گناہگار ہیں کہ اللہ (ع) کی رحمت سے ناامید نہ ہوں بیشک (میں) اللہ تمام گناہ معاف کرنیوالا ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اللہ تعالٰی سے دعاء ہے کہ تمام انسانوں کو شرک کی ادنی سے ادنی قسم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دلیل 7: "یُعْطِیْ مِنْهَا مَاشَاءَ لِمَنْ یَّشَاءُ"

اشعت اللمعات کی طرح مرقات شرح مشکواۃ میں اسی حدیث کے تحت فرمایا ہے۔ یعنی حضور ﷺ جو چاہیں جس کو چاہیں دے دیں۔ (جاء الحق ص 178)

الجواب بعون الوھاب

حکیم البریلویت نے جس طرح اشعت اللمعات کی عبارت کا چھوٹا سا ٹکڑا نقل کر کے اصل مقصد کو چھوڑ کر عوام الناس کو دھوکہ دے کر غلط مطلب بنا دیا اسی طرح مرقات کی عبارت کا بھی چھوٹا سا ٹکڑا نقل کر کے دھوکہ دے رہا ہے، اصل عبارت میں وضاحت موجود ہے وہ اس طرح ہے۔ "سل ای اطلب منی حاجۃ وقال ابن حجر اتحفک بھا فی مقابلہ خدمتک لی لان ھذا ھو شان الکریم " یعنی آپ ﷺ نے حضرت ربیعہ کو فرمایا کہ مجھ سے اپنی ضرورت کی چیز طلب کر اور ابن حجر نے کہا مطلب یہ ہے کہ میری خدمت کے مقابلے میں بھی آپ کو کوئی تحفہ دے دوں کیونکہ کریموں کی یہی شان ہوتی ہے اور اس سے یہ مراد لیا جائے گا کہ اللہ تعالٰی نے (دنیا میں) جو چیز آپ علیہ السلام کو اپنے خزانوں سے دی ہے اس میں سے جو چیز جس کو دینا چاہیں دے سکتے ہیں اور ابن سبا نے آپ ﷺ کے خصائص میں سے یہ بھی ذکر کیا ہے، کہ اللہ تعالٰی نے جنت کے زمین کا جو حصہ آپ کو جدا کر کے دیا ہے۔ "یعطی منھا ما شاء لمن یشاء" آپ اس میں سے جس کو چاہیں جتنا چاہیں دے سکتے ہیں۔ (مرقات ص 323 ج2)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو دنیا میں جو چیز عطاء کی گئی تھی اس میں سے جس کو چاہیں جتنا چاہیں ماتحت الاسباب ظاہری طور پر دے سکتے تھے اور اسی طرح جنت میں بھی جو حصہ آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا اس میں سے بھی جو چاہیں دوسرے جنتی کو دے سکتے ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ جنت میں اپنے حصے میں سے کسی دوسرے کو کچھ دینے کا قول نہ قرآن کی کسی آیت سے ثابت ہے، اور نہ ہی آپ ﷺ کا کوئی فرمان ہے یہ صرف ابن سبا کا قول بتایا گیا ہے اس لیے اس قول کو بھی زیادہ سے زیادہ ممکن پر محمول کیا جائے گا، نہ کہ یقین پر (رحمانی) اور اس کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت ربیعہ کو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے علاوہ کچھ مانگ تو امام محی الدین نے کہا کہ اس کا مطلب یہ تھا "اتسال ھذا وھو شاق وتترک ماھو اھون منہ "یعنی کیا تو یہ مانگتا ہے حالانکہ وہ مشکل ہے اور تو چھوڑتا ہے اس کو جو اس سے آسان ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اس سوال کو مشکل سمجھ کر حضرت ربیعہ کو فرمایا کہ کچھ اور مانگ کہ جو میں آپ کو دے سکوں "فلما علم تصممہ علی عزمہ اجاب بقول اعنی" جب آپ ﷺ نے اس کے اصرار کو معلوم کیا تو جواب میں فرمایا میری مدد کر "وفیہ ان مرافقۃ النبی ﷺ فی الجنہ لاتحل الا بقرب

[Website: DifaAhleSunnat.com]

من اللہ تعالی کذا ذکرہ الطیبی "یعنی اس میں یہ ہے کہ جنت میں نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی رفاقت اللہ کے تقرب کے سوا حاصل نہیں ہو سکتی (اور اللہ تعالی کا تقرب کثرت سجود سے حاصل ہوتا ہے۔(مرقات شرح مشکواۃ ج2 ص 324)

یہ تھی اس روایت کی حقیقت جسکو مفتی بریلوی اپنے مصنوعی عقیدے کی تائید میں بار بار پیش کر کے دھوکا دے رہا ہے لیکن پھر بھی ایک سمجھدار انسان کے سامنے اس کا دھوکہ نہیں چل سکا، اور نہ ہی چل سکے گا۔

دلیل 8: تفسیر کبیر کی عبارت وَثَالِثُهَا الْأَنْبِيَاءُ

وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ تفسیر کبیر سورۃ الانعام- آیت نمبر 88 میں ہے

وَثَالِثُهَا الْأَنْبِيَاءُ وَهُمُ الَّذِينَ أَعْطَاهُمُ اللهُ تَعَالَى مِنَ الْعُلُومِ وَالْمَعَارِفِ مَا لِأَجْلِهِ يَقْدِرُونَ عَلَى التصرف في بواطِنِ الْخَلْقِ وَأَرْوَاحِهِمْ وَأَيْضًا أَعْطَاهُم مِنَ الْقُدْرَةِ والمكنة مَا لِأَجْلِهِ يَقْدِرُونَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي ظَوَاهِرِ الْخَلْقِ۔

دوسرا طبقہ: ان میں انبیاء ہیں یہ وہ حضرات ہیں جنکو رب نے علوم و معارف اس قدر دیئے ہیں جس سے وہ مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کی ارواح پر تصرف کرسکتے ہیں اور ان کو اس قدر قدرت و قوت دی ہے جس سے وہ مخلوق کے ظاہر پر تصرف کرسکتے ہیں۔ (جاء الحق ص 178)

الجواب بعون اللہ الوھاب:

سب سے پہلے عرض ہیکہ تفسیر کبیر میں مذکورہ عبارت سورہ انعام کی آیت 88 کی تفسیر میں نہیں

بلکہ آیت نمبر 89 "أُولَئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ" کی تفسیر میں ہے۔ اور اس آیت کریمہ میں تین چیزوں کا ذکر ہے الکتاب۔ والحکم۔ والنبوۃ۔ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں۔ "فَهَذِهِ الْأَلْفَاظُ الثَّلَاثَةُ لَا بُدَّ أَنْ تَدُلَّ عَلَى أُمُورٍ ثَلَاثَةٍ مُتَغَايِرَةٍ"

یعنی یہ الفاظ تین امور پر دلالت کرتے ہیں (الحکم کی تفسیر میں لکھا) "واعلم أن الحكام على الخلق ثلاث طوائف" یعنی خلق پر تین جماعتیں حاکم ہیں۔ "أَحَدُهَا الَّذِينَ يَحْكُمُونَ عَلَى بَوَاطِنِ النَّاسِ وَعَلَى أَرْوَاحِهِمْ"

یعنی ایک طبقہ وہ ہے جو لوگوں کے باطنی معاملات اور روحوں پر حکم چلاتا ہے "وَهُمُ الْعُلَمَاءُ" یہ طبقہ علماء کا ہے۔

"وثانيها الَّذِينَ يَحْكُمُونَ عَلَى ظواهر الخلق وهم السلاطين يحكمون على الناس بالقهر و السلطنة" یعنی دوسرا طبقہ بادشاہوں کا ہے جو لوگوں کے ظاہری معاملات پر حکومت اور زبردستی سے حکم چلاتے ہیں۔ وَثَالِثُهَا الْأَنْبِيَاءُ وَهُمُ الَّذِينَ أعطهم اللہ تعالی من

[Website: DifaAhleSunnat.com]

العلوم والمعارف ما لأجله بها يقدرون على التصرف ..... الخ یعنی تیسرا طبقہ انبیاء کا ہے ان حضرات کو اللہ تعالی نے علم اور معرفت عطا فرمائی ہے جس سے وہ لوگوں کے باطنی معاملات پر اور روحوں پر (علماء کی طرح) حکم چلاتے ہیں۔ "ولما استجمعوا على هذين الوصفين لاجرم كانوا هم الحكام على الإطلاق" یعنی جب انہوں نے ان دو وصفوں کو جمع کیا تو ضروری ہے کہ وہ علی الاطلاق حاکم ہوں۔ إذا عرفت هذه المقدمة (اس مقدمہ کے بعد امام فخر الدین رازی نتیجہ بتاتے ہیں) "فقوله أتينهم الكتب" إشارة إلى أنه تعالى اعطاهم العلم الكثير" یعنی کتاب دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کثیر عطاء کیا ہے۔

وقوله الحكم : "اشارة إلى أنه تعالى جَعَلَهُمْ حُكَّامًا عَلَى النَّاسِ نَافِذِي الْحُكْمَ فيهم بحسب الظاهر "یعنی" الحکم "اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو لوگوں پر حاکم بنایا جو ظاہری طور پر ان پر حکومت کرتے تھے۔ وقوله والنبوة" إشارة إلى مرتبة الثالثة وهي الدرجة العالية الرفيعة الشريفة التي يتفرع على حصولها حصول المرتبتين المقدمتين المذكورتين" یعنی "والنبوة" میں تیسرے مرتبہ کی طرف اشارہ ہے اور یہ بلند مرتبہ ہے اس کے حصول پر پہلے دو مرتبہ متفرع ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج7 ص 67-68)

خلاصہ: امام رازی کی اس وضاعت سے معلوم ہوا کہ ایک طبقہ علماء کا ہے جو صرف لوگوں کی روحانی طور پر رہنمائی کرتے ہیں مثلا لوگوں کو شریعت کی نافرمانی سے روکتے ہیں ان کی عادات اور اخلاقیات کی تربیت کرتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کا باطن، صحیح اور صاف ہوتا ہے اسی طریقے سے وہ لوگوں کے باطن اور ارواح پر اپنا حکم چلاتے ہیں باقی اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب

ہو تو بظاہر اس پر حدود اللہ یا قصاص وغیرہ کا حکم نافذ نہیں کر سکتے۔ (وہ صرف اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں)

اور دوسرا طبقہ بادشاہوں کا ہے جو لوگوں کے ظاہر پر حکم چلاتے ہیں، یعنی کسی کو جیل میں ڈالیں یا حدود اللہ کو اپنی قوت سے نافذ کریں وہ ظاہری طور پر تو فتنہ وفساد روکنے کی صلاحیت رکھتے ہیں باقی باطنی طور پر کسی کی تربیت کر کے اس کی روحانی اصلاح کرنے کی ان میں صلاحیت نہیں ہوتی۔

تیسرا طبقہ: انبیاء علیہم السلام کا، جو لوگوں کے اخلاقیات اور عادات کی تربیت کر کے ان کے باطن کو اللہ تعالی کا خوف دلا کر ایسا پاک کرتے ہیں کہ وہ شرکیہ عقائد اور کفریہ نظریات سے نفرت کرتے ہیں، اس طرح وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دور رہتے ہیں، یہ ہے ان انبیاء کا لوگوں کے باطن پر تصرف کرنا، اور اسی طرح ان کی امت میں سے اگر کسی سے کوئی نافرمانی سرسزد ہو جائے تو اپنی امت پر اپنی ظاہری زندگی میں حدود اللہ کو بھی نافذ کر سکتے ہیں، یہی ہے ان کا لوگوں کے ظاہر پر تصریف کرنا۔

نوٹ: یہی تھی تفسیر کبیر کی عبارت کی حقیقت جسکو مفتی بریلوی نے اپنے مصنوعی عقیدے کو ثابت کرنے کیلئے غلط طریقہ سے پیش کیا۔ (لیکن دھوکا نہ چل سکا)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

دلیل:9اعینونی عباداللہ

اس تفسیر کبیر سورہ بقرہ کی آیت نمبر30"واذقال ربك للملكة" کی تفسیر میں ہیکہ حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ جو کوئی جنگل میں پھنس جائے تو کہے ""اعینونی عباد اللہ یرحمکم اللہ" اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو رب تم پر رحم فرمائے۔(جاءالحق178)

الجواب بعون الوہاب:

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی فرشتوں کا وجود اور اللہ تعالی نے فرشتوں کو جن کاموں میں لگا دیا ہے ان کاموں کا ذکر کیا ہے مثلا انبیاء کی فرشتوں کے ذریعہ مدد ہوئی اور ان کے دشمنوں کی فرشتوں کے ذریعہ ہلاکت ہوئی۔ عرش الہی کو اس دن آٹھ فرشتہ اٹھائیں گے اور جنت میں جنتیوں کو سلام کرنے کیلئے فرشتے آئیں گے اور جہنم کی سزا دینے کیلئے فرشتوں کو مقرر کیا گیا ہے اور جہنم کے داروغہ کا نام مالک ہے اور اسی طرح لوگوں کے اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے ہیں اور اسی طرح ذکر کرتے ہوئے حضرت ابن عباس سے روایت نقل کی: قال إن لله ملئكة سوى الحفظة يكتبون ما يسقط من ورق الأشجار فاذا اَصاب أحدكم حرجة بأرض فلاة فليناد أعينوني عباد الله يرحمكم الله "یعنی اللہ تعالٰی کے فرمان سے فرشتوں کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جو درختوں کے گرنے والے پتوں کو لکھتی ہے، پس تم میں سے جب کسی کو کسی جنگل (بیابان) میں ضرورت پیش آئے تو اس کو چاہئے کہ (کسی کا نام لیے بغیر) کہے اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو اللہ تم پر رحم کرے (تفسیر کبیر ج2 ص163)

اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کی ایک جماعت جنگل اور بیابانوں میں موجود ہوتی ہے اس لئے اگر کوئی بندہ ایسے مقامات پر راستہ بھول جائے یا کسی درندہ وغیرہ کا خوف ہو تو بغیر کسی کا نام لیے یوں کہہ کر پکارے اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو ممکن ہے کہ اللہ تعالٰی کے حکم سے ان فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ انسانی صورت میں آکر اس کی مدد کرے جس کو ابن عباس نے بیان فرمایا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس طرح اچانک کسی خوفزدہ انسان کی آواز سن کر اگر کوئی مکان وغیرہ ہو یا کوئی بندہ لکڑیاں وغیرہ کاٹنے والا ہو یا کوئی چرواہا وغیرہ ہو جو آواز سن کر پہنچ جائے اور ماتحت الاسباب طور پر مدد فرمائے یہ ہے اس کی عبارت کی حقیقت، جسکو مفتی بریلوی اپنے مصنوعی عقیدے کو ثابت کرنے کیلئے توڑ موڑ کر پیش کر رہا ہے، لیکن پھر بھی جھوٹا عقیدہ ثابت نہ ہوسکا۔

اولیااللہ سے مدد مانگنے کا عقلی ثبوت

نوٹ: مفتی احمد یار خان نے جو عنوان دیا "**غیر اللہ سے مدد مانگنے کا ثبوت احادیث سے**" تو اس میں اس نے صرف ایک ہی حدیث لکھی۔ اور اس کے علاوہ سارے علماء کے اقوال لکھ کر خواہ مخواہ بحث کو طول دیا، لیکن بحمد اللہ ہم نے اس روایت

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اور علماء کرام کے اقوال کا اصل مقصد بیان کر کے مسئلے کی وضاحت بیان کر دی، اس کے بعد اس نے عنوان دیا ہے کہ "اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کا عقلی ثبوت، لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کے اب وہ کونسا عقلی ثبوت دیتا ہے؟ اور اسکی حقیقت کیا ہے۔

دلیل 10: دنیا آخرت کا نمونہ ہے

دنیا آخرت کا نمونہ ہے یہاں کے کاروبار اس عالم کے کاروبار کا پتہ دیتے ہیں اس نے قرآن کریم نے حشر و نشر اور رب کی الوہیت کو دنیاوی مثالوں سے ثابت فرمایا۔ غرضیکہ دنیا آخرت کا نمونہ ہے، اور دنیا میں تو یہ دیکھا گیا ہے کہ دنیا کے بادشاہ ہر کام اپنے ہاتھ سے خود نہیں کرتے بلکہ سلطنت کے کاموں کے لئے محکمہ بنا دیتے ہیں اور ہر محمکہ میں مختلف حیثیت کے لوگ رکھتے ہیں کوئی افسر اور کوئی ماتحت پھر ان تمام محکموں کا مختار یا حاکم اعلیٰ وزیر اعظم کو منتخب کرتے ہیں یعنی ہر کام بادشاہ کی مرضی اور اس کی منشاء سے ہوتا ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ بادشاہ مجبوری کی وجہ سے اپنا عملہ رکھتا ہے (حالانکہ یہ وجہ بھی ہے،، رحمانی) تو مصائب میں رعایا کو ان حکام کی طرف جانا بادشاہ سے بغاوت نہیں بلکہ یہ عین انکی منشاء کے مطابق ہے ہاں اگر یہ رعایا دوسروں کو اپنا بادشاہ بنا کر اس سے مدد کے طالب ہوں تو اب یہ باغی ہیں کیوں کہ شاہی انتخاب والوں کو چھوڑا اور غیر کو اپنا حاکم مانا، جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو سمجھو کہ یہی طریقہ سلطنت الٰہی کا ہے کہ وہ قادر ہے کہ دنیا کا بڑا چھوٹا ہر کام اپنی قدرت سے خود ہی پورا فرما دے مگر ایسا نہیں کرتا بلکہ انتظام عالم کے لئے ملائکہ "وغیرھم" کو مقرر فرمایا اور ان کے ایک ایک محکمہ کر دیئے، جان نکالنے والوں کا الگ محکمہ جس کے افسر اعلیٰ حضرت عزرائیل ہیں اسی طرح انسان کی حفاظت رزق پہچانا بارش برسانا ماؤں کے پیٹ میں بچے بنانا ان کی تقدیر لکھنا مدفون میت سے سوال کرنا صور پھونک کر مردوں کو زندہ کرنا اور قیامت قائم کرنا وغیرہ غرض کہ دنیا و آخرت کے سارے کام ملائکہ میں تقسیم فرما دیے۔ (جاء الحق 185)

الجواب بعون اللہ الوھاب:

حکیم البریلویت نے اللہ تعالیٰ کی بے مثال سلطنت کو دنیا کے بادشاہ کی سلطنت کے ساتھ تشبیہ دی ہے حقیقت میں جو ذات ہر وقت حی القیوم اور ایک ہی وقت میں تمام مخلوقات کی آوازوں کو ایک جیسا سننے والی اور ایک ہی وقت میں ہر زبان کو سمجھنے والی اور اسی طرح بھوک پیاس سے پاک نیند سے تھکاوٹ سے، سفر کرنے سے بیمار ہونے سے پاک ہو، ایسی ذات سے دنیاوی بادشاہ سے مثال دینا، جو ہر وقت ہزار ہا پریشانیوں میں مبتلاہ ہو مثلاً ملک کے اندرونی بغاوت کا خوف بیرونی حملوں کا کا خوف، کبھی سفر پر کبھی بیمار کبھی تھکاوٹ کبھی نیند اور ساتھ ہی اپنی رعایا میں سے بیک وقت صرف چار بندوں کی بات کو بھی نہ سمجھ سکے اور نہ ہی مختلف زبانوں کو جان سکتا ہو۔ ایسے عاجز اور مجبور بادشاہ کیساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کیساتھ تشبیہ دینا انتہائی کم عقلی اور نادانی ہے، اور دوسری بات یہ کہ دنیا کا کوئی بھی بادشاہ اپنے خاص عہدہ میں کسی کی بھی شراکت قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اپنے خاص عہدہ میں

سے کسی کو کوئی چیز عطاء کرتا ہے، جب کوئی دنیا کا بادشاہ بہت ساری مجبوریوں کے باوجود اپنے خصوصی عہدہ میں شریک کرنا کسی کو پسند نہیں کرتا، اور وہ کسی کو بھی اپنے خاص عہدے میں سے کوئی حصہ عطاء نہیں کرتا، کیوں کہ وہ اس مخصوص عہدہ کی وجہ سے ہی سب سے ممتاز ہے، تو وہ ذات جو ہر ضرورت اور حاجت سے پاک ہے وہ کیونکر کسی کو اپنے خاص عہدے میں سے کسی کو کوئی حصہ عطاء کریگا؟ لہذا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی ذات یا خصوصی صفات میں اس کا ذاتی یا عطائی طور پر کوئی بھی شریک نہیں ہے، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنی خصوصیات یعنی ہمیشہ زندہ ہونا، ہر چیز کو دیکھنا، ہر آواز کو سننا، ہر ظاہر اور مخفی چیز کو جاننا، اور خود غیب میں ہونے کے باوجود ہر کسی کی غیبی مدد کرنے کی طاقت رکھنا، ان خصوصیات میں سے کوئی چیز مخلوق میں سے کسی کو عطاء بھی نہیں کی ہے، کہ وہ عطائی طور پر ہی اللہ تعالیٰ کا شریک بن گیا ہو۔ اسطرح نہیں ہے، اور دوسری بات یہ کہ مفتی بریلوی نے ابتداء میں لکھا کہ دنیا آخرت کا نمونہ ہے، تو اس کو چاہئے تھا کہ دنیاوی چیزوں کی مثال سے آخرت کی کوئی چیز ثابت کرے لیکن اس نے اسطرح کوئی مثال پیش نہیں کی، بلکہ دنیا کے بادشاہ کی مثال دیکر احکم الحاکمین رب العالمین کی ذات اقدس کی دنیا کے نظام کو بے مثال طور پر سنبھالنے کو ایک دنیا کے بادشاہ سے تشبیہ دیکر اللہ تعالیٰ کو دنیا کے بادشاہ کیطرح دنیا کی حکومت چلانے والا بنا دیا یعنی دنیا کی مثال دنیا کے لئے دی نہ کہ آخرت کے لئے، حقیقت میں یہ نری جہالت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مقبول بندوں کے سپرد عالم کا انتظام کیا انکو اختیارات خصوصی عطاء فرمائے

اسی طرح اپنے مقبول انسانوں کے سپرد بھی عالم کا انتظام کیا اور ان کو اختیارات خصوصی عطا فرمائے کتب تصوف دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء اللہ کے کتنے طبقے ہیں، اور کسی کے ذمہ کون کون سے کام ہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ رب تعالیٰ ان کا محتاج ہے۔ نہیں، بلکہ آئین سلطنت کا بھی تقاضہ ہے، پھر ان حضرات کو خصوصی اختیارات بھی دیے جاتے ہیں جسکی وجہ سے وہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ کرسکتے ہیں۔ یہ محض ہمارا قیاس نہیں بلکہ قرآن وحدیث اس پر شاہد ہے۔

دلیل 11: حضرت جبرائیل بیٹا دیتے ہیں۔

حضرت جبرائیل نے حضرت مریم سے کہا۔ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ (سورۃ مریم - آیت نمبر 19) اے مریم میں تمہارے رب کا قاصد ہوں تا کہ تم کو پاک فرزند دوں (جاء الحق ص 185) معلوم ہوا حضرت جبرائیل بیٹا دیتے ہیں۔

الجواب بعون اللہ الوھاب:

حکیم البریلویت نے جو یہ دعوی کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول انسانوں کے سپرد بھی عالم کا انتظام کیا ہے۔ پھر اس کے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ثبوت میں کتب تصوف کا سہارا لیا، حالانکہ عقائد کو ثابت کرنے لیے محکم آیات کا ہونا ضروری ہے، یہ اصول خود مفتی احمد یار نے اسی جاء الحق کے ص 45 پر لکھا ہے، علم غیب کے متعلق چوتھی فصل جب علم غیب کا منکر اپنے دعوی پر دلیل قائم کرے تو چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو، اور اسی ہی جاء الحق کے صفحہ 20 پر لکھا ہیکہ کسی آیت کی تاویل سے جو چیز معلوم ہو وہ بھی یقین کے قابل نہیں بلکہ ظنی ہوتی ہے، مفتی کے اس اصول بیان کرنے کے بعد عقیدے کے باب میں تصوف کی کتابوں کا سہارا لینا مفتی بریلوی کی بے بسی ہے، کیونکہ تصوف ہے ہی ظنی اور اس میں بھی اس نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا، بلکہ ویسے ہی چھوچھا چھوڑ دیا، اور اس کے بعد اس نے حضرت جبرائیل کی مثال پیش کی، پہلے تو اس نے دعوی کیا تھا کہ مقبول انسانوں کے اختیارات کا، اور مثال پیش کی حضرت جبرائیل امین (فرشتہ) کی یہ بھی کوئی عقل ہے، اور یہ مثال پیش کر کے لکھتے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل بیٹا دیتے ہیں۔ اور آیت کریمہ کا ترجمہ اس نے کیا ہے کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں، اس لفظ قاصد سے ہی ظاہر ہے کہ جبرائیل امین کا کلام اپنی طرف سے نہیں، بلکہ یہ اللہ کے کلام کو نقل کر کے کہتا ہے یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ مریم کو بتاؤ کہ میں (اللہ) تم کو پاک فرزند عطاء کروں جیسا کہ اگلی آیات اس پر دلالت کرتی ہیں، کہ جب جبرائیل امین کا پیغام حضرت مریم نے سنا تو بولی۔ "قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا" قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ یعنی حضرت مریم نے کہا کہ مجھے لڑکا کیسے ہو گا؟ مجھے تو کسی آدمی نے نہ ہاتھ لگایا اور نہ میں بدکار ہوں، اس نے کہا یوں ہی ہے (لیکن) تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنائیں، اور اپنی طرف سے ایک رحمت بنائیں، اور یہ کام طے ہو چکا ہے۔ (سورۃ مریم- آیت 21،20)

ان آیات سے ظاہر ہیکہ بیٹا دینے والا اللہ ہی ہے جو فرما رہا ہے کہ، اسی طرح بغیر باپ کے صرف عورت سے ہی بچہ پیدا کرنا میرے لئے آسان ہے اور صرف عورت سے بچہ پیدا کر کے میں اپنی قدرت اور رحمت کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن مفتی بریلوی جسکی سوچ ہر وقت الٹی رہتی ہے شاید وہ اس قول کو بھی جبرائیل امین کی طرف نسبت دے کر کہے کہ یہ بھی جبرائیل کا کہنا تھا کہ میں جبرائیل تجھے بیٹا دے کر اپنی قدرت کی نشانی ظاہر کرنا چاہتا ہوں اور اس طرح کرنا میرے لئے آسان ہے۔ لہٰذا ایسی الٹی سوچ کو بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی رد کر دیا جیسا کہ دوسری آیات میں فرمایا" اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ" جب فرشتوں نے حضرت مریم کو کہا کہ اے مریم اللہ تعالیٰ تجھے ایک کلمہ یعنی بیٹے کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسی ابن مریم ہو گا اور دنیا و آخرت میں وہ بارگاہ الٰہی میں مقرب ہو گا اور وہ جھولے میں اور پکی عمر میں لوگوں سے کلام کریگا اور وہ صالحین میں سے ہو گا۔ "قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ" الخ، بی بی مریم نے عرض کیا اے میرے رب مجھے کہاں سے بچہ ہو گا مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ نہیں لگایا، فرمایا "قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ" اللہ یوں ہی پیدا کرتا ہے جو چاہے۔ "اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ" یعنی جب کسی کام کو پورا کرنا چاہے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا، تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ آل عمران۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نتیجہ: ان آیات سے اللہ تعالیٰ نے حکیم البریلویت کی الٹی سوچ کو (کہ حضرت جبرائیل بیٹا دیتا ہے، رد کر دیا کیوں کہ "کُنۡ فَیَکُوۡنُ" کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، حضرت جبرائیل نہیں، وہ صرف قاصد تھا۔

دلیل 12: اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ

حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَاُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَہَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ (سورۃ آل عمران - آیت نمبر 49)

ترجمہ: میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت مسیح باذن الہی بے جان کو جان بخشتے ہیں۔ (جاء الحق ص 186)

الجواب بعون الوہاب:

اس آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ نے ماتحت الاسباب نسبت تو اپنی طرف کی، کہ مٹی سے ایک پرندہ کی سی صورت تو میں بناؤنگا، اور اس میں پھونک بھی میں مارونگا، باقی وہ حقیقی پرندہ اللہ کے حکم سے بنے گا، یعنی مافوق الاسباب نسبت اللہ کی طرف کر کے بتادیا کہ پھونک مارنا تو میرا کام ہو گا اور بے جان میں جان ڈالنا اللہ کا کام ہو گا۔ ایسی واضح بات سے بھی مفتی بریلوی توڑ موڑ کر غلط نتیجہ نکال رہا ہے تو یہ اس کی ضد نہیں تو اور کیا ہے؟ اور دوسری بات یہ کہ اگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰؑ بے جان کو جان بخشتے ہیں تو انہوں نے کبھی حضرت عیسیٰؑ کو مصائب میں اور مشکلات میں پکارا نہیں ہے، تو اس سے بھی ظاہر ہے کہ وہ عیسیٰؑ کو باذن الہی مشکل کشا نہیں سمجھتے، اور اُس کا اِس آیت کے پیش کرنے کا مقصد صرف دھوکا دینا ہے، اور اسی طرح ما قبل کی آیت کہ جبرائیلؑ بیٹا دیتے ہیں تو وہ بھی صرف دھوکا ہی ہے۔ کیونکہ اگر ان کا بھی یہی عقیدہ ہوتا کہ حضرت جبرائیل بیٹا دیتے ہیں تو وہ حضرت جبرائیل کو پکارتے، بیٹا مانگتے اس کی منت مانتے اور کسی بیٹے کا نام جبرائیل بخش، جبرائیل دِتّا اور عبد الجبرائیل رکھتے۔ لیکن یہ کہیں دیکھا نہیں گیا، اس سے معلوم ہوا کہ ایسی باتیں صرف مغالطہ دینے کے لیے لکھیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

دلیل 13: حضرت عزرائیل جاندار کو بے جان کرتے ہیں

قُلۡ یَتَوَفّٰىکُمۡ مَّلَکُ الۡمَوۡتِ الَّذِیۡ وُکِّلَ بِکُمۡ (سورۃ السجدۃ - آیت نمبر 11)

فرمادو کہ تم کو ملک الموت وفات دیں گے جو تم پر مقرر کیئے گئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت عزائیل کے جاندار کو بے جان کرتے ہیں۔(جاء الحق ص186)

الجواب بعون اللہ الوھاب:

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیلؑ کی تخلیق کا مقصد بیان فرمایا ہے، کہ روح نکالنے کا کام ان کے ذمہ ہے، باقی روح قبض کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے جس طرح ابراہیم نے نمرود کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے دلیل کے طور پر بتایا "رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ "یعنی میرا رب وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی وہی ہے۔

اور ایک اور آیت میں ہے۔"فَأَمَاتَهُ اللهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ "حضرت عزیر کے بارے میں ہے کہ اللہ تعالی نے ان کو سو سال تک مردہ رکھا پھر زندہ کر دیا اسی طرح ایک اور آیت میں ہے رب "لولا أخرتني إلى أجل قريب "الخ اے میرے رب مجھے تھوڑی مدت تک کیوں نہ مہلت دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں ہو جاتا۔(تو اس کو جواب ملتا ہے کہ)اور ہر گز اللہ تعالیٰ کسی جان کو مہلت نہیں دیتا جب اس کا وقت آجائے۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ موت دینے والا اللہ ہی ہے اس لئے ہر ایک موت کے بارے میں اللہ سے ڈرتا ہے عزرائیلؑ سے نہیں ڈرتا۔ یہی حقیقت ہے جس کو مفتی بریلوی نے توڑ موڑ کر اپنا مصنوعی عقیدہ(کہ جان نکالنا عزرائیلؑ کے اختیار میں ہے)ثابت کرنا چاہا لیکن ثابت نہ ہو سکا۔

دلیل:14 حضور علیہ السلام ہر گندگی سے پاک فرماتے ہیں

رب تعالیٰ حضور کی شان میں فرماتے ہیں۔"وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ"(آل عمران آیت164)

ترجمہ: ہمارے محبوب ان کو پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔

دوسری جگہ ہے۔خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا۔(سورۃ التوبۃ- آیت نمبر103)

ترجمہ: آپ ان کے مالوں سے صدقہ وصول فرمایئے اور ان سے ان کو پاک فرمادیجئے۔ معلوم ہوا حضور ﷺ ہر گندگی سے پاک فرماتے ہیں۔"اَغْنٰهُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ"(سورۃ التوبۃ - آیت نمبر 74)ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ فقیروں کو غنی بھی کرتے ہیں۔(جاء الحق ص186)

الجواب بعون الوہاب:

اللہ تعالیٰ نے شرکیہ عقائد کی نجاست کو واضح کرنے کے لئے فرمایا: "اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ "یعنی شرک ظلم عظیم

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ہے۔(سورۃ لقمان - آیت نمبر 13)يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (سورۃ التوبۃ - آیت نمبر 28)اے ایمان والو مشرک نرے ناپاک ہیں پس اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آئیں۔

ہر دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرک کی معنوی گندگی کو بیان فرمایا اور ایک آیت میں فرمایا: "فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ"

یعنی بتوں کی گندگی سے دور رہو۔(سورۃ الحج - آیت نمبر 30)اس آیت کریمہ میں بت پرستی کی گندگی سے روکا گیا۔ جو لوگ غیر اللہ کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ کما قال: مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى(الزمر آیت 3)

(مشرک) کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں گے

تو ایسے لوگوں کو بتایا گیا کہ غیر اللہ کی عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل نہیں ہوتا بلکہ غیر اللہ کی عبادت کرنے سے بندہ مشرک ہو جاتا ہے، اور شرک کرنے کی وجہ سے بندہ سب سے بڑا ظالم بلکہ پلید ناپاک ہو جاتا ہے، ایسے لوگوں کو بت پرستی اور شرکیہ نجاست سے پاک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو توحید کے دلائل دے کر مبعوث فرمایا۔ آپ نے ان دلائل کو بیان فرمایا تو بہت سارے لوگ آپ کی دعوت کو سن کر شرک کی گندگی کو چھوڑ کر توحید کی پاکیزہ تعلیم کو قبول کر کے پاک ہو گئے ان کو پاک کرنے میں رسول اللہ کی محنت کا بڑا دخل تھا لیکن ماتحت الاسباب کے طور پر جس طرح کہ کوئی حاذق حکیم کسی مریض کا علاج کرنے میں بھرپور کوشش کرتا ہے لیکن اس میں مریض پر بھی کچھ ذمہ داری لازم ہوتی ہے کہ وہ اس حکیم کے حکم کے مطابق دوائی استعمال کرے لیکن باوجود اس کے بھی مریض کی بیماری ختم کر کے شفا دینا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ بعینہ اسی طرح رسول اللہ کی محنت اور ارادہ یہی ہوتا تھا کے تمام لوگ شرکیہ عقائد کی گندگی سے نکل کر توحید کی پاکیزہ تعلیم کو قبول کر کے پاک ہو جائیں لیکن اگر کوئی آپ کی نصیحت کو قبول ہی نہ کرنا چاہے تو ایسے شخص کو پاک کرنے کے لئے آپ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں تب بھی وہ پاک نہ ہو سکے گا۔ جیسا کہ سورہ عبس کے شان نزول میں مفتی نعیم الدین بریلوی نے خود لکھا ہے کہ عتبہ بن ربیع، ابو جہل بن ہشام، عباس بن عبد المطلب، ابی بن خلف، اور امیہ بن خلف، اشراف قریش کو رسول اللہ اسلام کی دعوت فرما رہے تھے، درمیان میں عبد اللہ ابن ام مکتوم حاضر ہوئے اور بار بار عرض کیا کہ مجھے تعلیم فرمائیے۔ حضور اقدس کو یہ بات گراں گزری اور آثار ناگواری چہرہ اقدس پر نمایا ہوئے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ ترجمہ: تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ اس کے پاس نابینا حاضر ہوا .... "وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ" ...یعنی تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا (پاک) ہو----

"وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى" ---اور تمہارا کچھ زیان (نقصان) نہیں اسمیں کہ وہ ستھرا (پاک) نہ ہو۔

ان آیات میں بتلایا گیا ہے کہ جو خود پاک بننا نہیں چاہتا، آپ اس کو پاک نہیں کر سکتے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

وفي آية: اِنَّكَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ "یعنی آپ اپنی طرف سے کسی کو ہدایت کر کے پاک نہیں کر سکتے۔(القصص آیت 56)

وفي آية: وَمَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ اور رسول کا ذمہ نہیں مگر صرف پہنچادینا۔(النور آیت 56)

وفي آية: لَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِیۡمِ "اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہو گا(کہ وہ کیوں ایمان نہ لائے)(البقرہ آیت 119)

نتیجہ:

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیتے تھے اور دعوت قبول کرنے والوں کو شرکیہ عقائد کی گندگی سے ماتحت الاسباب کے طور پر پاک فرماتے تھے، لیکن اگر کوئی آپ کی دعوت کو قبول ہی نہ کرنا چاہتا تو آپ ﷺ انتہائی کوشش کے باوجود بھی کسی کو کفریہ عقائد کی گندگی سے پاک نہیں کر سکتے تھے، کیوں کہ آپ علیہ السلام کا کام صرف پیغام پہنچانا تھا، نا کہ کسی کے دل میں ہدایت ڈالنا۔ اس آیت سے بھی مفتی بریلوی کا مدّعیٰ ثابت نہیں ہوا، اس حقیقت کے سمجھنے کے بعد ہم دوسری آیت "اَغۡنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ" کا اصل مفہوم بیان کرتے ہیں۔ علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا ہے "**منافقین کو غنی کرنے کی تفصیل**" امام ابن ابی حاتم اپنی سند کے ساتھ اس آیت کی تفسیر میں عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنوعدی بن کعب کے ایک شخص نے ایک انصاری کو قتل کر دیا تو نبی ﷺ نے اسکی دیت بارہ ھزار درہم ادا کی تب یہ آیت نازل ہوئی۔(۱۰۴۰۰ (جامع البیان حدیث نمبر) ۱۳۳۰)

اور عروہ نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جلّاس پر قرض تھا اور نبی ﷺ نے اس کا قرض ادا کر دیا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(حدیث نمبر ۱۵۴۵۳، تبیان القرآن ج5 ص200)

نتیجہ: ان روایات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو منافقین کی مالی مدد فرمائی، اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا کسی کو غنی کرنا ماتحت الاسباب کے طور پر کسی کی مالی مدد کرنا تھی، اور اللہ تعالیٰ کا غنی کرنا مافوق الاسباب کے طور پر کسی کی غیبی مدد کر کے رزق میں برکت ڈالنا ہوتا ہے۔(فرق صاف ظاہر ہے) اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے توحید کی پاکیزہ تعلیم کی طرف دعوت دینے کا کام آپ ﷺ نے "فیبلغ الشاھد الغائب" (یعنی غائبین تک پیغام پہنچانا آپ کا کام ہے) کہہ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے ذمہ لگا دیا۔

(اس سے بھی مافوق الاسباب طاقت سے پاک کرنے اور غنی کرنے کا مصنوعی عقیدہ ثابت نہ ہو سکا۔)

دلیل:15 وَلَوۡ اَنَّهُمۡ رَضُوۡا مَاۤ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ ۙ وَقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ سَيُؤۡتِيۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ (التوبہ آیت 59)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ ورسول نے ان کو دیا اور کہتے اللہ ہمیں کافی ہے اب دیتا ہے ہم کو اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول، معلوم ہوا کہ رسول ﷺ دیتے ہیں، ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کہے کہ ہم کو رسول اللہ عزت دیتے ہیں مال واولاد دیتے ہیں تو صحیح ہے لیکن مقصود وہی ہوگا کہ یہ حضرات حکومت الٰہیہ کے حکام ہیں رب تعالیٰ نے ان کو دیا، یہ ہم کو دیتے ہیں، اس طرح مصیبت کے وقت اولیاء اللہ یا انبیاء کرام سے مدد مانگنا بھی اسی طرح ہوا، جس طرح کی بیماری اور مقدمہ میں بادشاہ کی رعایا، ڈاکٹر یا حاکم سے مدد مانگتی ہے۔(جاء الحق ص186)

الجواب بعون الوہاب:

اس آیت کریمہ سے ایک آیت پہلے اللہ تعالی نے فرمایا: "وَمِنْهُمْ مَنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ" اور ان میں کوئی وہ ہیں جو صدقہ بانٹنے میں تم پر طعن کرتے ہیں۔ تو اگر ان میں سے کچھ ملے تو راضی ہو جائیں اور نہ ملے تو جب ہی وہ ناراض ہو جائیں۔ اس آیت کی تفسیر میں مفتی نعیم الدین بریلوی نے لکھاہے کہ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے، تو ذوالخویصرہ نے کہا یارسول اللہ عدل کیجئے حضور نے فرمایا تجھے خرابی ہو میں عدل نہیں کرونگا تو کون عدل کریگا؟ حضرت عمر نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن ماردوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ ورسول نے ان کو دیا۔(خزائن العرفان ۲۳۴)

اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے ماتحت الاسباب کے طور پر مال غنیمت تقسیم فرمایا لیکن مفتی بریلوی نے غلط نتیجہ نکالا کہ رسول اللہ عزت دیتے ہیں، اولاد دیتے ہیں، اور اس حدیث سے دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ یہ آیت منافقین کے لیے نازل ہوئی، لیکن مفتی بریلوی نے نتیجہ نکالا کہ ہمارے (یعنی بریلویوں کے) لیے نازل ہوئی۔ اور اس آیت کے بعد والی آیت میں اللہ تعالی نے صدقات کے مستحق بیان فرمائے۔ اس کی تفسیر میں مفتی بریلوی نعیم الدین نے لکھا کہ منافقین نے تقسیم صدقات میں سید عالم ﷺ پر طعن کیا تو اللہ عزوجل نے اس آیت میں بیان فرمادیا کہ صدقات کے مستحق صرف یہی آٹھ قسم کے لوگ ہیں۔(خزائن العرفان ص ۲۳)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ جب تک دنیا میں موجود تھے۔ اور صدقات یا مال غنیمت کو تقسیم کرتے تھے، تو اس وقت کے مال دینے کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے، اور جنہوں نے آپ ﷺ پر اس تقسیم کرنے میں اعتراض کیا تھا ان کو بھی تنبیہ کی گئی کہ وہ آپ ﷺ کی تقسیم پر راضی رہتے تو ان کے لئے بہتر تھا، لیکن آپ ﷺ کے بعد اس قسم کے مال کی تقسیم ماتحت الاسباب طور پر خلفاء راشدین فرماتے تھے، تو ظاہر ہے کہ اس آیت کریم میں ماتحت الاسباب کے طور پر مال تقسیم کرنے کا ذکر ہے جو آپ ﷺ کی صرف دنیاوی زندگی سے تعلق رکھتا تھا، اور آپ ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد اسطرح جماعت کو سنبھالنے اور

[Website: DifaAhleSunnat.com]

صدقات تقسیم کرنے یا مال غنیمت مستحقین کو دینے کی ذمہ داری خلفائے راشدین پر تھی، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی بھی مسلمان انکار نہیں کر سکتا، اور یہ بات بھی ہر ایک مسلمان جانتا اور مانتا ہے کہ مافوق الاسباب اور غیبی طور پر رزق دینا اور اس میں برکت ڈالنا یا کم کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے کما قال "اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ" (العنکبوت 62) یعنی اللہ کشادہ کرتا ہے رزق اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لئے چاہے۔

اور " وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ " سورہ توبہ کی آیت نمبر 59 کا شان نزول اور اس آیت کی حقیقت تو یہی تھی جو ہم نے خود قرآن کی آیات کے سیاق و سباق اور بریلویوں کی تفسیر خزائن العرفان کے حوالوں سے بیان کی، لیکن مفتی احمد یار نے اس کا نتیجہ یوں نکالا کہ ہم کو رسول اللہ عزت دیتے ہیں مال و اولاد دیتے ہیں اور اس کا مقصد وہی ہو گا کہ یہ حضرات حکومت الہیہ کے حکام ہیں، رب تعالیٰ نے ان کو دیا، یہ ہم کو دیتے ہیں۔ اسی طرح مصیبت کے وقت اولیاء اللہ سے مدد مانگنا بھی اسیطرح ہوا، جس طرح کہ بیماری اور مقدمہ میں بادشاہ کی رعایا ڈاکٹر یا حاکم سے مدد مانگتی ہے۔ (جاء الحق ص186)

تبصرہ: مفتی بریلوی کی اس عبارت پر بھی اگر کوئی غور کرے تو اس سے بھی نتیجہ وہ ہی بر آمد ہو گا جو ہم عرض کرتے ہیں، کہ یہ سارا معاملہ صرف دنیاوی زندگی اور ماتحت الاسباب معاملات یعنی ظاہری زندگی سے متعلق ہیں، مثلاً اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے حکومت یا کچھ مال دیا ہے، تو وہ دوسروں کی ماتحت الاسباب کے طور پر ظاہری مدد کر سکتا ہے، اور اس کی مثال مفتی بریلوی نے ڈاکٹر یا حاکم سے مدد مانگنے سے دیکر مسئلہ ہی حل کر دیا۔ کیونکہ دنیا جانتی ہے کہ کوئی ڈاکٹر یا کوئی حاکم ماتحت الاسباب اور ظاہری مدد ہی کر سکتے ہیں اور دنیاوی زندگی تک ہی کر سکتے ہیں نہ کہ فوت ہونے کے بعد، اور ماتحت الاسباب یعنی ظاہری مدد کیلیے تین چیزوں کا ہونا لازمی ہے (1) دنیا میں زندہ ہونا (2) موقع پر موجود ہونا (3) جس قسم کی مدد مطلوب ہو اس قسم کے مدد کرنے کی طاقت کا ہونا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر کوئی حاکم یا ڈاکٹر فوت ہو جائے تو وہ ماتحت الاسباب مدد بھی نہیں کر سکتا، بس اگر کوئی فوت شدہ حاکم یا ڈاکٹر کو مدد کے لیے پکارے تو اسکی مدد تو نہیں ہو سکتی لیکن دنیا اس کو مجنون اور پاگل کہے گی، اور اسی طرح کوئی حاکم یا ڈاکٹر اپنی مسند پر موجود نہ ہو بلکہ کہیں سفر پر گیا ہو، پھر بھی مدد نہیں کر سکتا، اور اسی طرح اگر کسی حاکم کو معزول کیا جائے تو اب بھی وہ اس قسم کی مدد نہیں کر سکتا جو معزول ہونے سے پہلے کر سکتا تھا، کیوں کہ اب وہ طاقت نہ رہی، باقی رہا اولاد کا دینا تو اس قسم کا عقیدہ نص قطعی کے خلاف ہونے کی وجہ سے کفریہ اور شرکیہ عقیدہ ہے، کیونکہ اولاد کا دینا یہ مافوق الاسباب معاملات سے تعلق رکھتا ہے اور مافوق الاسباب معاملات میں تمام مخلوق بے بس اور عاجز ہے، کوئی دنیا میں زندہ ہو یا نہ ہو اور مخلوق میں سے کسی کو بھی اولاد دینے کی طاقت نہ ذاتی ہے اور نہ ہی عطائی۔ حتیٰ کہ دوسروں کو اولاد دینے کی طاقت تو کسی کو نہیں بلکہ خود اپنے آپ کو بھی اولاد دینے کی طاقت نہیں ہے، نہ ذاتی نہ عطائی۔ اور مفتی بریلوی کا یہ کہنا کہ اولیاء اللہ یا انبیاء کرام اسی طرح مدد کرتے ہیں جسطرح کسی مقدمہ میں بادشاہ مدد کرتا ہے یا جسطرح کوئی ڈاکٹر بیمار کی مدد کرتا ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نتیجہ: تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح کوئی ڈاکٹر یا حاکم دنیا میں صرف ظاہری مدد کر سکتا ہے اور دنیا سے چلے جانے کے بعد کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتا، تو اسی طرح کوئی نبی یا ولی بھی دنیا میں صرف ظاہری مدد کر سکتے تھے، اور دنیا سے چلے جانے کے بعد کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتے، اور جسطرح کوئی حاکم یا ڈاکٹر دنیا میں موجود ہونے کے باوجود کسی کی یا خود اپنی مافوق الاسباب غیبی مدد نہیں کر سکتے تھے، اسی طرح اولیاء اللہ یا انبیاء کرام بھی دنیا میں موجود ہونے کے باوجود کسی کی یا خود اپنی مافوق الاسباب غیبی مدد نہ ہی کر سکتے تھے اور نہ کر سکتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ مخلوق میں سے کوئی بھی مافوق الاسباب اور غیبی مدد دنیا میں موجود ہونے کے باوجود بھی کوئی کسی کی نہیں کر سکتا، اور ماتحت الاسباب اور ظاہری مدد کا سلسلہ بھی دنیا سے چلے جانے کے بعد منقطع ہو گیا۔ لہٰذا مفتی احمد یار خان صاحب کے مصنوعی عقیدہ کی عمارت اس کے اپنے قلم سے ہی زمین بوس ہو گئی۔ "وھو المقصود"

عبارت 17: مفتی بریلوی نے اپنی کتاب کا نتیجہ بتایا

ہماری اس تقریر سے اتنا معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا یا ان کو حاجت روا جاننا، نہ شرک ہے اور نہ خدا کی بغاوت ،بلکہ عین قانونِ اسلامی اور منشاء الٰہی کے بلکل مطابق ہے۔ مؤمن (بریلوی) ان اولیاء و انبیاء کو محض بندہ ہی مان کر ان کو اس طرح کا حاجت روا مانتے ہیں۔ جیسے اہل دیوبند مالداروں کو مدرسہ کا معاون و مددگار یا طبیب و حاکم کو مختار حکومت تسلیم کرتے ہیں۔ (جاء الحق ص/ ۱۸۷ تا ۱۸۸)

نتیجہ کا نتیجہ

تمہاری اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تم اپنے مصنوعی عقیدے کو ثابت کرنے۔ کے لئے ایسے پریشان ہو کہ کوئی بات آپ سے بن ہی نہیں سکتی اگر مخلوق میں سے کسی کو مافوق الاسباب طاقت کا مالک سمجھ کر غیبی مددگار سمجھ کر پکارنے کو جائز قرار دیتے ہو تب بھی اس کے ثبوت کے لئے آپ کو نہ کوئی قرآن مجید کی آیت ملتی ہے اور نہ ہی کوئی صحیح صریح حدیث جس سے آپ اپنے عقیدے کو ثابت کر سکو۔ ساتھ ہی خود آپ ہی اس بات کو بخوبی جانتے ہو کہ مخلوق میں سے کسی کو بھی مافوق الاسباب طاقت کا مالک سمجھ کر غیبی مدد کے لئے پکارنا بہت ساری محکم آیات کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

مثلاً : (1) قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۔ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا

ترجمہ: کہو، "میں تم لوگوں کے لئے نہ کسی نقصان کا (ذاتی یا عطائی) اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا"
کہو، "مجھے اللہ کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں (خود اپنی ذات کیلئے) اُس کے دامن کے سوا کوئی جائے پناہ پا سکتا ہوں۔

(2) وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِـهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا

ترجمہ: لوگوں نے اُسے چھوڑ کر ایسے معبود بنا لیے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں، جو خود اپنے لیے بھی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

کسی نفع یا نقصان کا (ذاتی یا عطائی) اختیار نہیں رکھتے، جو نہ مار سکتے ہیں نہ جِلا سکتے ہیں، نہ مرے ہوئے کو پھر اٹھا سکتے ہیں (سورۃ الفرقان آیت 3)

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۖۛ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛؕ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ

ترجمہ: اے محمدؐ، ان سے کہو "میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور نقصان کا (ذاتی یا عطائی) اختیار نہیں رکھتا، اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لیے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا میں تو محض ایک خبر دار کرنے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں اُن لوگوں کے لیے جو میری بات مانیں" (سورۃ الأعراف - آیت 188)

یہی بات آپ کو بھی یقیناً معلوم ہے جب ہی تو آپ نے صاف لفظوں میں لکھا کہ امداد کے لئے اللہ کو پکارنا بر حق ہے، مخلوق کو پکارنا باطل ہے۔ (نور العرفان ص 103) (الرعد، آیت / ۱۴ کی تفسیر میں)

خلاصہ: جب اس مفتی صاحب سے مافوق الاسباب معاملات میں غیبی مدد کے لئے پکارنے کے جواز کے لئے کسی کمزور دلیل سے ہی کوئی بات ثابت نہ ہو سکی، تو مجبوراً اس کو کہنا پڑا کہ ہم انبیاء و اولیاء کو اس طرح حاجت روا مانتے ہیں جس طرح اہل دیوبند مالداروں کو مدرسہ کا معاون و مددگار یا حاکم کو مختار حکومت تسلیم کرتے ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح علماء دیوبند کسی مالدار یا حاکم کو صرف زندہ ہونے تک اور صرف ظاہری معاون وہ بھی جب تک محفل میں موجود ہو معاون سمجھتے ہیں اسی طرح آپ بھی انبیاء و اولیاء کو صرف دنیوی زندگی تک صرف ظاہری معاون وہ بھی اسی محفل میں جسمیں جب تک موجود ہوتے تھے مددگار سمجھتے ہو، اور جس طرح علماء دیوبند کسی فوت شدہ مالدار یا حاکم کو ظاہری معاون و مددگار بھی نہیں سمجھتے اسی طرح آپ (بریلوی) بھی انبیاء و اولیاء کے وفات پانے کے بعد ظاہری معاون و مددگار بھی نہیں سمجھتے ہو، لہذا یہ ساری کتاب جاء الحق صرف عوام الناس کو دھوکا دینے کے لیے لکھی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مفتی احمد یار خان بریلوی کی کتاب جاء الحق کے دلائل پر بحث مکمل ہوئی، جسمیں غیر اللہ سے مدد مانگنا کے متعلق قرآن و سنت کی روشنی میں عقلی و نقلی دلائل کے ذریعے صحیح عقیدے کی وضاحت کی گئی ہے، اور نام نہاد مفتی، احمد یار خان بریلوی کی کتاب جاء الحق کی عبارات کا دندان شکن جواب دیا گیا۔

جو خاص خدا کا حصہ ہے اسے بندوں میں تقسیم نہ کر ہو جس میں عبادت کا دھوکہ مخلوق کی وہ تعظیم نہ کر

آج بروز بدھ بمطابق: ۱۶ ربیع الثانی 1433ھ بمطابق: 27 فروری 2013 کو یہ کاپی بتوفیق الہی مکمل ہوئی۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔ عقیدہ انبیاءؑ و اولیاء سے مدد مانگنا،، کی تحقیق

ازافادات۔۔ قاطع شرک وبدعت استاد محترم حضرت مولانا علّامہ **علی شیر رحمانی** صاحب

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ العبد الضعیف **مسرور احمد** رحمانی

تاریخ طباعت ثانی۔۔۔۔۔۔ 13 نومبر 2024 بروز بدھ

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مکتبہ جامعہ حیدریہ خیرپور میرس

ملنے کا پتہ۔۔۔۔ جامعہ حیدریہ انوار الھدی خیرپور میرس

فون نمبر۔۔۔03121374691

[Website: DifaAhleSunnat.com]